مشترکہ خاندانی نظام یا جداگانہ نظام

تالیف: مولانا اسداللہ المدنی

ناشر

حیات پبلشر

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب: مشترکہ خاندانی نظام یا جداگانہ نظام

مؤلف: مولانا اسداللہ المدنی

صفحات: 137

ناشر: حیات پبلشرز

کمپوزنگ: ڈاکٹر مفتی حیات محمد عفی عنہ

اشاعت اول: ۱۴۴۵ھ

تعداد: ۱۱۰۰

قیمت:

ملنے کا پتہ: مدرسہ ادارۃ المواعظ مسجد علی المرتضیٰ سیکٹر ۸، کے ڈی اے کوہاٹ

فہرست مضامین

نمبرشمار	ابواب مضامین	صفحہ نمبر
1	وجہ تصنیف	
2	مشترکہ خاندانی نظام یا جداگانہ نظام	
3	مشترکہ خاندانی نظام میں رہنے کے فوائد	
4	بچوں کی تربیت کے حوالے سے فیملی کے سربراہ کے لیے اہم گزارشات	
5	بچوں کی تربیت کے رہنما اصول	
6	مشترکہ فیملی میں پریشانی کا باعث بننے والے بعض کام	
7	وارث اور مورث میں جائیداد کے تنازعات	
8	مال میراث سے تقسیم سے پہلے صدقہ خیرات کرنا	
9	آپس کے تعلقات کو کیسے برقرار رکھیں	
10	لوگوں کی آپس میں صلح کروانا	
11	لوگوں کے درمیان صلح کیسے کرائی جائے	
12	تربیت کا خسارہ اور ان کا حل	
13	تربیت کے طریقے	
14	تربیت کا دوسرا مرحلہ	
15	جانی پریشانی میں صبر	
16	فیملی کے افراد میں بلند ہمتی پیدا کرنا تربیت کا چوتھا مرحلہ	
17	تربیت کے حوالے سے پانچواں مرحلہ	
18	تربیت کے حوالے سے چھٹا مرحلہ	
19	تربیت کے حوالے سے ساتواں مرحلہ	
20	افراد خانہ میں فرق و امتیاز	
21	فضول خرچی اور لاپرواہی	
22	حساب و کتاب کی شفافیت	
23	گھریلو بجٹ بنانے کا طریقہ	
24	گھریلو بجٹ ٹیبل	
25	معاش کے سلسلہ میں لاپرواہی کرنے والوں پر کھڑی نگاہ رکھنا	
26	اسلام گداگری اور بھیک مانگنے کا سخت مخالف ہے	
27	گھر کے سربراہ کے متعلق	
28	آپس میں مشاورت	
29	گھریلو اخراجات کے مسائل کا حل	
30	مشترکہ کمائی اور اخراجات کے فقہی احکام	
31	باپ اور بیٹوں کے مابین مشترکہ کاروبار کے بنیادی اصول جو کہ چار باتوں پر مشتمل ہیں	

32	باپ کی تقسیم کے بعد اولاد کا مشترکہ کاروبار	
33	مشترکہ فیملی میں قربانی کا مسئلہ	
34	جوائنٹ فیملی میں پردہ شرعی	
35	مشترکہ فیملی کے لیے چند اہم اصول پردہ کے بارے میں	
36	مشترکہ فیملی میں خواتین کے حقوق	
37	عورت پر گھر میں خدمت کی ذمہ داری کہاں تک ہے	
38	بچوں کی خدمت	
39	ماں کے فضائل ان کے بچے کی خدمت اور پرورش	
40	کیا بچوں کو دودھ پلانا ماں پر واجب ہے؟	
41	کیا بیوی اپنے دیوروں کی خدمت کرسکتی ہے	
42	جوائنٹ فیملی میں مستقل جھگڑوں کی صورت میں علیحدہ رہنے کا مسئلہ	
43	مرد پر اس کے بیوی کے ضروری حقوق	
44	علیحدہ اور رہائش کی فراہمی کی ذمہ داری	
45	بیوی کا والدین کی زیارت کرنے کا حق	
46	حق مہر	
47	عورت کا حق وراثت	

48	حق خلع	
49	بیوی کو جیب خرچ الگ دینا	
50	چار ماہ سے زیادہ سفر میں بیوی کی اجازت بیوی کا حق ہے	
51	اپنی بیوی سے محبت رکھنا ان کا حق ہے	
52	حقوق العباد سے غفلت بہت بڑا گناہ ہے	
53	فہرست کتبہ	
54	تفاسیر، کتب احادیث مبارکہ، کتب فقہ	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

راقم الحروف نے کتاب ھذا جائے بجائے مطالعہ کیا بہت مفید اور نافع پایا ہر مسلمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ یہ کتاب خریدیں تاکہ دنیوی اور اُخروی فائدہ حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزاءِ خیر دیں اور اللہ تعالیٰ مؤلف کی عمر اور علم میں برکت ڈالے۔ آمین ثم آمین۔

کتبہ العبد الضعیف روح الامین عفی عنہ
شیخ الحدیث حضرت مولانا روح الامین صاحب
جامعہ مظہر العلوم ڈاگئی۔صوابی
استاد حدیث بجامعۃ مظہر العلوم ڈاگئی،صوابی
26-10-2022

وجہ تصنیف اور تعارف

بعد الحمد والصلوۃ

دین اسلام قیامت تک کے انسانوں کے لئے ہدایت ورہنمائی کا ذریعہ ہے اور یہی وہ واحد مذہب ہے جس کی پیروی میں تمام انسانیت کی نجات ہے اسلام زندگی کے تمام شعبوں میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے اور مسلمانوں کو اس بات کا پابند کرتا ہے کہ وہ زندگی کے ہر معاملے میں اسکی بتائی ہوئی تعلقات پر عمل کریں۔

ہمارے پاک وہند میں اور پھر پاکستان میں میرے علاقہ خیبر پختون خواہ میں اکثر مشترکہ خاندانی نظام ہے جوائنٹ فیملیاں عرصہ سے مسلمان اس طرح رہتے ہے لیکن کبھی کبھی شرعی مسائل سے ناواقفیت کی وجہ سے اکثر فیملیاں ٹوٹ پوٹ کا شکار ہوجاتی ہے بھائی بھائی میں جھگڑے خاندانوں میں نااتفاقی اور ایک دوسرے پر مال ہڑپ کرنے کے بے جا الزامات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے منجانب اللہ دل میں یہ بات آتی ہے کہ اس کے متعلق لکھوں اور مسلمانوں کو پہنچاوں۔

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتے ہوئے سب سے پہلے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ ایک خاندان اور ایک فیملی کیسی اتفاق واتحاد سے رہتے ہیں مشترکہ خاندانی نظام میں شرعی مسائل کا خیال رکھتے ہوئے رہنے کے فوائد کیا ہونگے اور مشترکہ فیملی میں انکا خیال نہ رکھا گیا تو کیا نقصانات ہونگے اور مشترکہ فیملی میں پریشانی کا باعث بننے والے کام سے کیسی دور رہیں تاکہ خاندان اور فیملی ٹوٹ پوٹ سے بچ جائے اور اسی طرح مالی معاملات جسکی وجہ سے اکثر فیملی ٹوٹ جاتی ہے انکا حل شرعی طریقے پر کیسے ہوں باپ بیٹوں کے درمیان اور

بھائیوں کے آپس میں اور گھر کے سربراہ گھر کا نظام کیسے چلائے مرد اور عورتوں کی تربیت دینی اعتبار سے کیسے ہوں اور اسی طرح عورتوں کے حقوق صحیح طریقے پر ادا ہو رہے ہوں گھر میں شرعی پردے کا ماحول ہوں وغیرہ العرض مجھ ناچیز سے جتنا ہوسکا میں نے اپنے اکابرین کے بکھرے موتیوں کو آپ حضرات کے سامنے پیش کیا مجھ سے پہلے بہت سارے حضرات نے اس پر بہترین کام کیا ہوگا اللہ تعالیٰ سب کی سعی کو اپنے دربار میں قبول فرمائیں ریاکاری اور تکبر سے دور رکھے آمین۔

بندہ فقیر اسد اللہ مدنی

مشترکہ خاندانی نظام یا جداگانہ نظام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

الحمد للہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ،بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ : یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونسآء واتقوااللہ الذی تسآءلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیباً 1

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : لیس منا من لم یرحم صغیرنا ویعرف کبیرنا 2

اسلام دین فطرت ہے اور مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسانی زندگی کے ہر شعبے سے متعلق مکمل رہنمائی کرتا ہے انسان کی زندگی میں خاندانی نظام بہت اہمیت کا حامل ہے چنانچہ خاندان کی بقاء اور تحفظ کو شریعت کے بنیادی مقاصد میں شمار کیا گیا ہے اسلام نے خاندانی نظام کے قیام اور اس کے تحفظ پر کافی زور دیا ہے چنانچہ نسب کی حفاظت کے سلسلے میں بڑے واضح احکامات دیئے گئے ہیں اسی طرح رشتوں کے تقدس واحترام اور ان کے حقوق وفرائض کی ادائیگی کے تاکیدی احکامات اس سلسلے کی کڑیاں ہیں، لیکن اس کے باوجود اسلام نے کسی خاندانی نظام مثلا مشترکہ خاندانی نظام یا جداگانہ خاندانی نظام میں سے کسی ایک کو لازم یا ضروری قرار دیکر دوسرے کو غلط اور باطل قرار نہیں دیا بلکہ خاندانی نظام کو رشتوں کے تقدس واحترام اور ان کے حقوق وفرائض کی ادائیگی پر استوار کر کے اس سلسلے میں جامع اور معتدل

1: سورۃ النساء:1 2: مسند احمد

احکامات عطا کئے ہیں جن کی روشنی میں انسان اپنے حالات و واقعات کے مناسبت سے جس نظام کو مناسب سمجھے شرعی تقاضوں کی رعایت رکھتے ہوئے اسے اختیار کرسکتا ہے چنانچہ عہد رسالت ﷺ اور عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے دونوں نظاموں کا ثبوت ملتا ہے لہذا دونوں ہی نظام فی نفسہ جائز اور درست ہیں جہاں جس نظام میں شریعت کے حدود و قوانین کی رعایت و پاسداری والدین و دیگر زیر کفالت افراد کے حقوق کی حفاظت ہوسکے اس نظام پر عمل کرنا بہتر ہوگا اور یہ ہر علاقے کے حالات اور زمانہ کے لحاظ سے مختلف ہوسکتا ہے اس لئے شرعی طور پر ان دونوں میں سے کسی ایک نظام کی تخصیص نہیں کی جاسکتی۔

قال اللہ تعالیٰ: یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من واحدۃ وخلق زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونسآء واتقوا اللہ الذی تسآءلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیباً 1

ترجمہ: اے لوگو اپنے رب کا تقوی اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا ہے اور اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دی اور اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کہ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں کا خیال رکھو، بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔2

اس موقع میں پر اللہ تعالیٰ نے اپنی خالقیت ظاہر فرما کر اپنی اطاعت کا حکم دیا اور بنی آدم کے اتحاد اصلی کو جتلا کر اس طرف اشارہ فرمایا کہ باہم ایک ہو کر رہو محض رنگ اور نسل کی بنیاد پر نہ کوئی اعلیٰ ہے اور نہ ادنی ہے یورپ کا گورا اور افریقہ کا کالا کا حقوق کے اعتبار سے مساوی ہے اللہ تعالیٰ نے اس روئے زمین کو انسانوں سے آباد کیا ان کے آپس میں رشتہ

1: سورۃ النساء:1 2: تسہیل البیان، ج2، ص7

ناطے قائم کئے ایک دوسرے کے ساتھ ضرورتیں وابستہ کیں باہم تعارف کے لیے خاندانوں اور معاشروں کا سلسلہ جاری کیا اور حقوق وفرائض کا ایک کامل نظام عطا فرمایا یہ سب چیزیں ظاہر کرتی ہیں کہ انسان باہم مربوط بھی ہے اور ان کے درمیان کچھ فاصلے بھی ہیں انسان بہت سے سماجی اقدار وروایات کا پابند بھی ہے اور اپنی پرائیوٹ زندگی میں بہت حد تک آزاد بھی ان دونوں چیزوں کا توازن بگڑ جائے تو وہی گھر اور معاشرہ جہنم بن جاتا ہے۔

معاشرے میں رہن سہن کے لئے انسان تنہا زندگی نہیں گزار سکتا اس لئے انسانوں کے ساتھ رہنے کا نظام بنایا گیا ہے جو صدیوں سے رائج ہے اس نظام کے تحت انسان کسی معاشرے میں رہنے کے لئے معاشرے میں تعلقات استوار کرتا ہے اپنا گھر بناتا ہے اور پھر اس کا منتظم بن کر اس نظام کو احسن طریقے سے چلانے کی کوشش کرتا ہے اس نظام کو خاندان کہا جاتا ہے اس میں کسی بھی انسان کے قریبی اور خونی رشتے دار شامل ہوسکتے ہیں خاندان درجہ ذیل افراد سے تشکیل پاتا ہے شوہر، بیوی، اولاد، والدین اور دیگر رشتہ دار، اسلام نے ان تمام کے حقوق کی تفصیل بیان کی ہے ان کی ادائیگی کی تاکید کی ہے اور ان کی پامالی سے ڈرایا ہے اسلام خاندان کا وسیع ترین تصور رکھتا ہے ایک مسلم خاندان میں صرف میاں بیوی اور بچے ہی شامل نہیں ہوتے بلکہ دادا، دادی، چچی، پھوپیاں، ماموں، خالہ، وغیرہ بھی شامل ہوتے ہیں اسلام ایسے خاندان کا تصور پیش کرتا ہے جو حقوق وفرائض اور خلوص ومحبت ایثار سے بندھا ہوا ہو اسلام خاندان سے بننے والے معاشرے کے جملہ معاملات کی اساس اخلاق کو بناتا ہے جب اس بات کا پتہ چلا کہ اسلام مشترکہ خاندانی نظام یا جداگانہ نظام میں سے کسی ایک کو لازم یا ضروری قرار دیکر دوسرے کو غلط قرار نہیں دیتا تو

ضروری ہوا کہ مشترکہ خاندانی نظام کا شرعی جائزہ لیا جائے اوراس کے فوائد اور نقصانات سے آگاہی حاصل کی جائے۔تاکہ فوائد حاصل ہوں اور نقصانات سے بچا جاسکے۔

مشترکہ خاندانی نظام میں رہنے کے فوائد

(1): مشترکہ کام ایک خاندان ایک بڑی جماعت کی طرح ہوتا ہے جہاں ہر ایک اپنا کردار ادا کرتا ہے آپ کو سب کچھ خود کرنے کی ضرورت نہیں ہے، گھریلو کام جیسے کھانا پکانا، صفائی ستھرائی، دھلائی، خریدنے والا سامان، گھر والوں میں بانٹ دیئے جائے تو اس طرح ایک فرد پر بوجھ کم ہوگا مشترکہ خاندان میں ایک ساتھ بڑھتے ہوئے بچے مزدوری کی تقسیم کو سیکھتے ہیں اور مشترکہ مقاصد کے حصول کے لئے مل کام کرتے ہیں طویل عرصے میں جماعت کی حیثیت سے مل کر کام کرنے سے بچوں کو معاشرتی صلاحیتوں کو بہتر بنانے اور جماعت ورکنگ سیکھنے میں مدد ملے گی جوان کی شخصیت کی مجموعی ترقی کا ایک اہم پہلو ہے۔

(2): بانٹنا ایک عادت بن جاتی ہے مشترکہ خاندانی نظام میں ایک دوسرے کو ایڈجسٹ کرنا اور اپنے پاس جو کچھ ہے اسے دیگر افراد کے ساتھ بانٹنے کا عمل سیکھا جاسکتا ہے۔

(3): مشترکہ خاندانی نظام میں ایک فرد اپنے اوپر سارا بوجھ محسوس نہیں کرتا مشترکہ خاندانی نظام میں ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ ممبران کو مالی اخراجات میں یکساں طور پر بانٹنا چاہئے کمانے والا ہر فرد گھر کے دیکھ بال سب اخراجات مثلاً: کرایہ ماہانہ بجلی اور پانی کے بلوں سمیت خاندان کے بڑے اہداف میں حصہ ڈالتا ہے تاکہ ایک فرد کو بوجھ محسوس نہ ہو ہر ممبر اپنی پوری کوشش کرتا ہے کہ وہ اپنے خاندان کے لوگوں کو مالی طور پر ہر ممکن مدد فراہم کرے

(4): مشترکہ خاندانی نظام میں زندگی میسر کرنے کا ایک بنیادی فائدہ یہ ہے کہ ایک ساتھ بہت زیادہ وقت گزارنے کا موقع ملتا ہے جس سے خاندان کے افراد میں تعلقات مضبوط ہوں گے، مشترکہ خاندانی نظام کم عمری میں ہی اتحاد کا مظبوط رشتہ پیدا کرتا ہے مشترکہ فیملی میں رہتے ہوئے اتحاد واتفاق کی فضا قائم رہتی جو زندگی کے ہر موڑ پر کام آتی ہیں اس فضا کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ گھر کے ہر فرد عاجزی اور تواضع کا مظاہرہ کرے جہاں تکبر، غرور اور فخر کی فضا ہوگی وہاں اتفاق واتحاد ہو ہی نہیں سکتا اگرچہ بظاہر اتفاق واتحاد ہی نظر آئے مگر دراصل وہ اتفاق واتحاد نہیں ہوتا اس کی وجہ یا تو یہ ہوگی کہ وہ لوگ غلامی میں مبتلا ہوں گے چونکہ تواضع وانکساری ہی ایسا مسئلہ ہے جو لوگوں کو باہم متفق رکھتا ہے اس لئے اتحاد اتفاق کو برقرار رکھنے کے لئے گھر کا ہر فرد تواضع اختیار کریں

حدثنا عبد الله حدثنا منصور بن ابی مزاحم حدثنا ابو وکیع الجراح بن ملیح عن ابی عبد الرحمٰن عن الشعبی بن بشیر قال قال النبی صلی الله علیه وسلم علی المنبر من لم یشکر القلیل لم یشکر الکثیر ومن لم یشکر الناس لم یشکر الله التحدث بنعمت الله شکر ترکھا کفر والجماعة رحمة والفرقة عذاب 1

حدیث کے آخری حصہ میں حضور ﷺ نے فرمایا: اجتماع واتحاد رحمت ہے اور افتراق اور اختلاف عذاب ہے اجتماعیت واتحاد سے ہٹنا تکبر ہے جس سے خاندان کے خاندان تباہ ہو جاتے ہیں اجتماعیت کو برقرار رکھنے کے لئے تواضع اختیار کیا جائے تو گھروں اور خاندانوں میں امن وسکون کا ماحول پروان چڑھتا ہے۔

1: مسند احمد رقم الحدیث 17725

عن عياض بن حمار رضى الله عنه : قال رسول صلى الله عليه وسلم : ان الله اوحى الىّ ان تواضعوا حتى لا يفخر احد على احد ولا يبغى احد على احد 1

ترجمہ: حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی اور حکم بھیجا ہے کہ تواضع اور خاکسر اختیار کرو (جس کا نتیجہ یہ ہونا چاہے) کہ کوئی کسی کے مقابلے میں فخر نہ کرے اور کوئی کسی پر ظلم وزیادتی نہ کرے۔

ف: تواضع یعنی فروتنی اور خاکساری ان خاص اخلاق میں سے ہے جن کی قرآن وحدیث میں بہت زیادہ تاکید فرمائی گئی ہے اور بڑی ترغیب دی گئی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ انسان بندہ ہے اور بندہ کا حسن وکمال یہی ہے کہ اس کے اعمال سے بندگی اور نیازمندی ظاہر ہو اور تواضع اور خاکساری بندگی اور عبدیت کا مظہر ہے اور اسی لئے وہ شان بندگی کے قطعاً خلاف اور صرف حق تعالیٰ ہی کے لئے زیبا ہے۔

وعن ابن عمر رضى الله عنهما قال: سمعت رسول صلى الله عليه وسلم يقول: من تعظم فى نفسه او اختال فى مشيته لقى الله تبارك وتعالىٰ وهو عليه غضبان (رواه مالك والبخارى واللفظ له وهو اتم ومسلم وترمذى والنسائى وتقدم فى اللباس احاديث من هذا) 2

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں نے رسول ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا جو اپنے آپ کو اپنے جی میں بڑا سمجھے یا تکبر کی چال چلے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے

1: مسلم، ابوداود، ابن ماجہ، البشیر والنذیر: ج3 ص311 الترغیب والترتیب 61/6574

اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوں گے (طبرانی، کبیر، حاکم) خیال رہے کہ خلوص اور اللہ کے واسطے تواضع کرنے سے خدا اور بندوں کے نزدیک اس کا مرتبہ بلند ہوتا ہے اور اہل شرف کی نگاہوں میں یہ وقعت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں ہاں دنیادار اور کمینوں کے نزدیک عزت کی نگاہ سے نہ دیکھا جائے تو کوئی حرج نہیں اجتماعی خاندان میں رہنے کا ایک فائدہ اتحاد واتفاق کا ہے لیکن اس فضا کو برقرار رکھنے کے لئے تواضع عاجزی کی صفت ہر ایک کے لیے ضروری ہے

(5): مشترکہ خاندان میں بزرگ لوگ ہوتے ہیں وہ کچھ اصولوں پر عمل کرتے ہیں اور قدرتی طور پر بچے بزرگوں سے اعلیٰ اقدار واخلاق سیکھ لیتے ہیں، اگر کچھ خاندانی اقدار کے خلاف ہوتا ہے تو بزرگ فوری طور پر اسکی اصلاح کرتے ہیں اہل خانہ کے بزرگ علم وحکمت کا ذخیرہ ہو سکتے ہیں جب آپ مشترکہ خاندان میں رہتے ہیں تو بزرگوں سے آپ کو حاصل ہونے والی بصیرت ایسی چیز ہے جو آپ کو اپنی مدد آپ کتابوں میں بھی نہیں مل سکتی وسیع تجربہ فیصلے اور تجزیہ رکھنے والے دادا دادی آپ کی زندگی تبدیل کرنے میں رہنمائی کر سکتے ہیں ان بزرگوں کے ساتھ رہتے ہوئے آپ اخلاق، امانت، دیانتداری، وعدہ پورا کرنا، حلم وبردباری، اعتدال، میانہ روی، سنجیدگی، اور طمانیت، نرمی اور سہولیت مزاجی، پردہ پوشی، غصہ برداشت کرنا، قناعت، استغناء، صبر، سادگی، تواضع اور خاکساری، شرم وحیا، سخاوت، خوش کلامی، شفقت ورحمت، ایثار، عدل وانصاف، لوگوں کے اندر صلح کرنے کا ڈھنگ، غربا فقراء وغیرہ کو کھانا کھلانا یہ چیزیں آپ کو خاندان کے بزرگوں سے سیکھنے پڑتے ہیں ایک خاندان میں بزرگوں کا کردار بہت اہمیت رکھتا ہے گھر میں سکون بڑوں کے دم سے ہی

ہوتا ہےاور برکت بھی ایک حدیث پاک میں ہے

حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

البرکۃ فی اکابرنا فمن لم یرحم صغیرنا ویبجل کبیرنا فلیس منا:

ہمارے بڑوں کی وجہ سے ہی ہم میں خیر وبرکت ہے پس وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔1

کون ہے جو برکت کا متلاشی نہ ہو، کون ہے جو برکت کا طلبگار نہ ہو؟ آج تو کوئی ایک بے برکتی کے شاکی ہیں ایسے میں برکت کے حصول کا آسان طریقہ کار یہ ہے کہ بوڑھوں کو اپنے ساتھ رکھا جائے ان کے اخراجات کی کفالت کی جائے اس سے آمدنی میں برکت ہوگی نیز ایک موقع پر فرمایا، بات چیت میں بھی بڑے کو موقع دیا کرو کبرالکبر اس کی تشریح کرتے ہوئے یحیٰؒ نے فرمایا بات چیت کا آغاز بڑے لوگوں سے ہو۔2

ایک خاندان میں بزرگوں کا کردار بہت اہمیت رکھتا ہے گھر میں سکون بڑوں کے دم سے ہی ہوتا ہے اور خیر وبرکت بھی اور یہ ساری زندگی گزارتے ہیں اور اپنی زندگی سے تجربات اکھٹے کرتے ہوئے بڑھاپے کی دہلیز پر دستک دیتے ہیں تو ایک مضبوط تن آور درخت کی طرح اپنی اولاد اور آنے والی نسل کے لئے ٹھنڈی چھاؤں بن جاتے ہیں اسی وجہ سے تو دین اسلام نے بڑوں کی تعظیم پر زور دیا ہے اور انکی بڑی فضیلت بیان کی ہے حدیث پاک میں ہے۔

1: کنزالعمال 3/165 2: بخاری:142

حدثنا ابو الرجال الانصاری عن انصاری بن مالك ،قال رسول صلی الله علیه وسلم : ما اکرم شاب شیخا لسنه الا قیض الله له من یکرمه عنه سنه الخ 1

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: جو جوان کسی بوڑھے کا اسکے بڑھاپے کی وجہ سے احترام کرے تو اللہ تعالیٰ اس لئے ایسے لوگوں کو مقرر فرمادے گا جو اس عمر میں اس کا احترام کریں۔

عن سالم بن ابی الجعد ان شرجیل بن اسمط قال : یا کعب بن مرۃ حدثنا عن رسول صلی الله علیه وسلم سمعت رسول ﷺ یقول من شاب شیبۃ فی الاسلام کانت له نوراً یوم القیامۃ 2

ترجمہ سالم بن ابی جعد سے روایت ہے شرجیل بن سمط نے کہا؛ کعب بن مرۃ رظ! ہم سے رسول ﷺ کی حدیث بیان کیجئے اور کمی زیادتی سے محتاط رہیئے انہوں نے کہا میں نے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جو اسلام میں بوڑھا ہو جائے تو قیامت کے دن یہ اس کے لئے نور بن کر آئے گا۔

(6): مشترکہ فیملی میں خاندانی نظام میں آپ کو ایسے لوگ زندگی کی ہر موڑ پر ضرور ملیں گے جو آپ کے خستہ حالی کے وقت آپ کے ہمدرد اور حامی ہونگے دین اسلام نے ایسے لوگوں کی فضیلت بیان کی ہے۔

1: جامع الترمذی 2022 2: مسند احمد 4/234،235

عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: من نفس عن مسلم کربة من کرب الدنیا. الدنیا نفس الله عنه کربة من کرب یوم القیامة ومن یسر علی معسر فی الدنیا یسر الله علیه فی الدنیا والآخرة ومن ستر علی مسلم فی الدنیا ستر الله علیه فی الدنیا والآخرة والله فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیه 1

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان کی دنیوی پریشانیوں میں سے کوئی پریشانی دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے آخرت کی پریشانی دور کرے گا اور جو کسی تنگدست کے ساتھ آسانی کا معاملہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دنیا وآخرت میں آسانیاں پیدا کرے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اسکے گناہوں پر پردہ ڈال دے گا اور اللہ تعالیٰ بندے کی اس وقت تک مدد کرے گا جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔

اسلام ہمیں یہ سیکھاتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع کے ساتھ بندوں کی خدمت اور ان کے ساتھ ہمدردی جاری ہو، ہر ایک شخص کا تعلق اللہ کے استوار ہو اور اس کے مخلوقات کے ساتھ بھی تب ہی تقرب الٰہی حاصل ہوسکتی ہے اس کے بغیر محبوبیت خداوندی کا گمان دھوکہ اور فریب ہے جس طرح ایک شخص کسی کی اولاد کو ستا کر اور ان سے عداوت کا معاملہ کر کے اس کی محبت کو نہیں پاسکتا اسی طرح اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کے ساتھ ظلم کا معاملہ کر کے اس کی رضا حاصل نہیں کی جاسکتی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات اور بالخلوص اپنے بندوں سے ویسے ہی محبت کرتا ہے جیسے ایک آدمی اپنی اولاد سے محبت کرتا ہے۔

1: مسلم 2699

تو مشترکہ فیملی میں بہت سے لوگوں کے لئے گھر صرف ایک جگہ ہی نہیں بلکہ ایک آرام دہ مسکن کا نام ہے ایک مشترکہ خاندانی گھر ان لوگوں سے بھرا ہوا ہے جو آپ سے پیار کرتے ہیں اور آپ کی حمایت کرتے ہے اور آپ کو اپنی ساری کوششوں کی طاقت دیتے ہیں مالی یا خاندانی جذباتی بحران سے نمٹنے کے لئے بھرپور امداد فراہم کرتے ہیں

(7): مزاجوں کی پہچان اور ان کے مطابق ان کے ساتھ معاملات رہن سہن سے بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے کوئی بھی دو افراد ایک جیسے نہیں ہوتے حالانکہ وہ ایک ہی خاندان سے ہوتے ہیں آپ کو مشترکہ خاندان میں مختلف شخصیات پسند ناپسند اور مختلف مزاج کے حامل افراد ملیں گے آپ خاندان کے ہر فرد کے ساتھ ایک جیسا سلوک نہیں کر سکتے بلکہ فرق مراتب کو ملحوظ رکھ کر ہر کسی کو اس کا مقام دینا ضروری ہوگا اسی طرح کرنے سے معاشرتی صلاحیتیں بہتر سے بہتر بنتی ہیں۔

حدیث شریف کا مفہوم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

انزلو الناس منازلهم 1

ترجمہ: رسول ﷺ نے فرمایا ہر شخص کو اس کے مرتبہ پر رکھو لوگوں کے ساتھ ان کے مرتبہ کے مطابق پیش آنے سے انکے مزاج باآسانی پہچان سکیں گے اس کی برکت سے ہر ایک کے ساتھ معاملہ آسان ہوگا یہ فائدہ آپ کو مشترکہ فیملی میں رہتے ہوئے ملی گی۔

(8): بچوں کی اجتماعی تربیت کا فائدہ جب آپ ایک مشترکہ خاندان میں رہ رہے ہوں تو آپ کے بچے کبھی نہیں ہوتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو کام پر جاتے وقت یا

1: سنن ابوداود: 4842

بیرون ملک میں کام کے لئے جانا ہوتو بچوں کی دیکھ بال کرنے کے لئے بچوں پر انحصار کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ ہمیشہ محفوظ ہاتھوں میں ہوتے ہیں اور محبت اور پیار سے ان کا دیکھ بال کیا جائے گا۔

بچوں کی تربیت کے حوالے سے فیملی کے سربراہ کے لئے اہم گزاراشات:

اجتماعی خاندان وفیملی کے سربراہ کو چاہیے کہ بچوں کی دنیاوی تربیت کے ساتھ ساتھ انکی دینی تربیت بھی کرے اولاد اللہ رب العزت کا نہایت ہی قیمتی انعام ہیں رب تعالیٰ نے اپنے کلام میں انہیں زینت اور دنیاوی زندگی میں رونق بیان کیا ہے لیکن یہ رونقیں وبہار اور زینت وکمال اس وقت ہے جب اس نعمت کی قدر کی جائے دین واخلاق اور تعلیم کے زیور سے انہیں آراستہ کیا جائے بچپن ہی سے ان کی صحیح نشونما ہو دینی تربیت کا خاص خیال رکھا جائے نیز اسلامی اور ایمانی ماحول میں انہیں پروان چڑھایا جائے والدین پر اولاد کے جو حقوق ہے ان میں سب سے مقدم ان کی دینی تربیت ہی ہے اسلام عصری تعلیم کا ہرگز مخالف نہیں لیکن دین کی بنیادی تعلیم کا حصول اور اسلام کے مبادیات وارکان کا جاننا ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس پر اخروی فلاح وکامیابی کا دارومدار ہے اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے خطاب کرکے فرماتا ہے۔

یاایھا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملا ئکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ مآ امرھم ویفعلون ما یؤمرون 1

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پر تندخو مضبوط فرشتے ہیں جو خدا کی نافرمانی نہیں کرتے ہیں

یہ جاننا بے حد ضروری ہے کہ اس جہنم کی آگ سے بچاو کیونکہ ممکن ہوگا جب تک دین کی بنیادی تعلیم سے آگاہی اور اس پر عمل نہ ہو توحید، رسالت، اور آخرت پر صحیح ایمان نہ ہو یا نماز روزہ سے غفلت ہو جہنم سے بچنے کی فکر جس طرح خود لازم ہے اسی طرح والدین یا مشترکہ فیملی میں سربراہ کی یہ اہم ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولاد اور اپنے ماتحتوں کو بچپن سے ایسی تربیت کریں کہ ان میں دینی شعور پختہ ہو اور وہ بڑے ہو کر وہ زندگی کے جس میدان میں بھی رہیں ایمان وعمل صالح سے ان کا رشتہ نہ صرف قائم بلکہ مضبوط رہے اجتماعی خاندان میں نہ رہنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ بعض دفعہ ان میں ایک نہ ایک اللہ والا صالح ، دین دار ہوتا ہے جو بچوں کی دنیاوی تربیت کے ساتھ ساتھ انکی دینی تربیت کے لئے بھی پریشان ہوتا ہے اور وہ اس کے لئے مناسب تدبیریں اختیار کرتا ہے۔

بچوں کی تربیت کے رہنما اصول

(1) ایمانی تربیت (2) فرائض کی تاکید (3) اخلاقی تربیت (4) حیا کی آبیاری (5) دنیا پر آخرت کو ترجیح (6) بچے کو خوبصورت نصیحتیں (7) بچے کو ملامت کرنے کی بجائے مناسب تدبیر سے ان کی تربیت کرنا (8) عقلی تربیت (9) نفسانی تربیت (10) معاشرتی تربیت

1: سورۃ التحریم:4 2: بیان القرآن ج5 ص698

(11) سیر وتفریح ورزش کے لئے انکو وقت دینا (12) بچوں کو راز چھپانے کی تلقین کرنا (13) بچوں کے ساتھ کھانا کھانا کہ اسے بچوں کی حوصلہ افزائی ملی گی (14) بچوں کے لئے نظر بد کا دم کرانا (15) عشاء کے بعد سونے کی ترغیب دینا (16) گھر میں داخلے کے آداب سیکھانا (17) علماء کی ہم نشینی واحترام کا عادی بنانا (18) بڑوں کا آداب سکھانا (19) قرآن اور حدیث کی اہمیت رکھنا انکے سامنے (20) علم کی پیاس پیدا کرنا اس کی محبت دل میں بٹھانا (21) بچوں کو کتابت سیکھانا (22) امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ترغیب دینا (23) صبر کی تلقین کرنا (24) دھیمی آواز کا عادی بنانا (25) والد یا فیملی کا سربراہ انکا رویہ اہمیت رکھتا ہے آپ کے بچے ہر چیز آپ سے ہی سیکھتے ہیں اپنے بچوں کے سامنے ہر معاملہ میں فوری ردعمل دینے سے گریز کریں اور سوچیں کہ اس رویہ کا نتیجہ کیا ہوگا (26) بہت زیادہ نرمی نہ کرنا کہ وہ بگڑ جائے (27) اپنے بچوں کی زندگی میں حصہ لینا (28) پرورش کا انداز بچوں کی عمر کے ساتھ تبدیل کریں (29) قاعدے قائم کریں اور ان پر عمل کرے اگر آپ بچپن میں ہی بچوں کی زندگی میں نظم وضبط نہیں لائیں گے تو بڑے ہوکر ان کے لئے خود کو سنبھالنا مشکل ہوگا تین سوالوں کے جوابوں کے سوال ضرور معلوم ہونے چاہیے کہ میرا بچہ کہاں ہے؟ میرا بچہ کس کے ساتھ ہے؟ میرا بچہ کیا کر رہا ہے؟ (30) بچوں کو مستقل مزاج بنانے کی کوشش کرنا (31) مار پیٹ سے گریز کریں ہاں تنبیہ کے لئے گھر میں کوڑا لٹکائے رکھے (32) اپنے ضوابط اور فیصلے بچوں کو سمجھائیں (33) بچوں کے ساتھ عزت سے پیش آئیں بچوں سے شائستگی سے بات کریں ان کی رائے کو اہمیت دیں ان کی بات غور سے سنیں اور جب ممکن ہو انہیں خوش رکھیں اگر والدین بچوں کے ساتھ اچھا

رویہ رکھیں گے تو بچے بھی دوسروں کے ساتھ اچھا رویہ رکھیں گے (34) والدین اور فیملی کے سربراہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کی صحت کا خیال رکھیں اور انکی حفاظت میں کوتاہی نہ کریں اور انکی پرورش حلال وپاک مال سے کریں اور ان کو حلال غذا کھلائیں (35) بچوں کو ڈرانے سے پرہیز کریں کیونکہ ابتدائی عمر کا یہ ڈر ساری عمر ذہن ودماغ پر چھایا رہتا ہے اور ایسے بچے اکثر زندگی میں کوئی بڑا کارنامہ انجام دینے کے قابل نہیں رہتے (36) دوسروں کے سامنے بچوں کا عیب نہ بیان کیجئے اور نہ کسی کے سامنے اس کو شرمندہ کریں (37) بچوں کی ہر بے جا ضد نہ پوری کریں بلکہ حکمت کے ساتھ ان کی یہ عادت چھڑانے کی کوشش کریں کبھی کبھی مناسب سختی بھی کریں تاکہ بے جا لاڈ وپیار ان کو ضدی اور خودسر نہ بنائے (38) عام حالات میں تو ہمیشہ اولاد کے ساتھ شفقت ومحبت کا برتاؤ کیجئے البتہ اپنے طرز عمل سے بچوں کے ذہن پر اپنا رعب اور خوف بہر حال غالب رکھیں کہ ان کی کوئی خلاف شرع بات آپ ہرگز برداشت نہیں کریں (39) اولاد میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے اچھے اور پاکیزہ جذبات ابھاریئے اس کے لئے جس طرح پاکیزہ تعلیم کی ضرورت ہے اس سے زیادہ والدین کے کردار اور گھر کے ماحول کی پاکیزگی کی ضرورت ہے عملی زندگی اور کردار کا اثر معلوم کیجئے کہ کوئی شخص تعلیم سے اس قدر جلد اور حسن وخوبی کے ساتھ کوئی زبان نہیں سیکھ سکتا جس قدر جلد اور حسن خوبی کے ساتھ وہ اس ماحول سے والدین کی زبان اور بولی سیکھ لیتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ عملی زندگی کے اثرات بہت زیادہ موثر اور بہت زیادہ گہرے ہوتے ہیں اس لئے والدین اور سرپرستوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد اور اپنے ماتحتوں کے سامنے حسن کردار اور

حسن اخلاق کا ہمیشہ اچھا عملی نمونہ پیش کریں آپ کی زندگی بچوں کے لئے ایک ہمہ وقتی خاموش معلم اور استاد ہے بچوں کے سامنے کبھی مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولیں۔

حدثنا قتيبة حدثنا الليث ،عن ابن عجلان، ان رجلاً من موالی عبد الله بن عامر ربيعة العدوی حدثه ،عن عبدالله بن عامر، انه قال : دعتنی امی يوماً ورسول صلی الله عليه وسلم قاعد فی بيتنا،فقالت : ها تعال اعطيك،فقال لها رسول صلی الله عليه وسلم : وما اردت ان تعطيه قالت اعطيه ،تمراً ،فقال لها رسول صلی الله عليه وسلم : اما انك لو لم تعطيه قالت اعطيه تمراً ،فقال ،لها رسول صلی الله عليه وسلم اما انك لو لم تعطيه شيئا كتبت عليك كذبه 1

ترجمہ: عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہے کہ ایک دن میری ماں نے مجھے بلایا اور رسول ﷺ ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے وہ بولیں: سنو یہاں آؤ میں تمہیں کچھ دوں گی رسول ﷺ نے ان سے فرمایا تم نے اسے کیا دینے کا ارادہ کیا؟ وہ بولی میں اسے کھجور دوں گی تو رسول ﷺ نے ان سے فرمایا: سنو! اگر تم اسے کوئی چیز نہیں دیتی ،تو تم پر ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔

یہ واقعہ حضرت عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے بچپن کا ہے اس وقعہ میں اگر ایک طرف باریک جھوٹ اور وعدہ خلافی کا بیان ہے تو دوسری طرف اس میں یہ تعلیم بھی ہے کہ اپنی اولاد کے سامنے جھوٹ وغیرہ سے سخت پرہیز کریں لہذا اپنی اولاد کے سامنے نہ ستر کھولیں نہ گالی گلوچ کریں نہ جھوٹ بولیں نہ بخل کا رویہ رکھیں نہ کسی کی غیبت کریں نہ ان کے لئے

1: سنن ابو داود 4991

ایسے کھلونے لائیں جن سے ان کے اخلاق پر اثر پڑے اور ان کو ٹی وی، وی سی آر اور بڑی سکرین والا موبائیل وغیرہ جیسی چیزوں سے دور رکھیں اور ان پر کڑی نظر رکھیں کہ وہ کسی برے ماحول یا بری صحبت کا شکار نہ ہو جائے اور آخری بات یہ کہ بچوں کے سامنے بچپن ہی سے انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دین اسلام کے نامور شخصیات کے واقعات اور تاریخی واقعات پڑھا کریں ان کے سامنے ایک منزل طے ہو کہ ہم نے کہاں تک پہنچنا ہے،

مشترکہ فیملی میں پریشانی کا باعث بننے والی بعض کام:

بعض کام ایسے ہیں کہ اگر مشترکہ فیملی میں اسکا خیال نہ رکھا گیا تو اس کے نتائج برے ہونگے اور سب کے لئے پریشانی کا باعث بنیں گے۔

(1) معاملات: مشترکہ فیملی میں رہتے ہوئے ہر ایک اپنا معاملہ درست رکھے جو کام جس کے ذمہ ہو اس میں خیانت نہ کریں ماں، باپ، بہن ، بھائی، بیوی، بچے وغیرہ سب کے ساتھ معاملہ درست رکھے دین اسلام اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات پر مبنی وہ نظام حیات ہے جو ہر اعتبار سے کامل ومکمل ہے اور انسانی زندگی کے ہر شعبے کی ضروریات کے متعلق بہترین رہنمائی موجود ہے بلکہ انسانی قوانین انسانی زندگی کے لئے پیدائش سے لیکر موت تک پورے معاشرے کے وجود کا احاطہ کئے ہوئے ہیں عمومی طور پر اسلام کو پانچ اہم شعبوں میں تقسیم کیا جاتا ہے: عقائد، عبادات، معاشرات، معاملات،اور اخلاقیات، معاملات اسلام کا ایک شعبہ ہے معاملات میں خیانت کرنا کس قدر عام اور معاشرتی رواج بن چکا ہے جسکی بدولت ہماری چیزوں سے برکت اٹھالی گئی ہے حدیث پاک میں ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنه رفعه قال: ان اللہ یقول: انا ثالث الشریکین مالم یخن احدھما صاحبه فاذا خانه خرجت من بینھما 1

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں دوشریکوں کا تیسرا ہوں جب تک کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے ساتھ خیانت نہ کرے اور جب کوئی اپنے ساتھی کے ساتھ خیانت کرتا ہے تو میں ان کے درمیان سے ہٹ جاتا ہوں۔

آج مسلمانوں کی حالت عجیب ہے وہ عبادت کی حد تک تو مسلمان ہیں۔مگر معاملات میں دین سے، قرآنی نصوص سے اور رسول ﷺ کی صحیح احادیث اور تعلیمات سے کوسوں دور ہیں جب کہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ وہ نماز وروزہ اور مساجد ومحراب کے ساتھ ساتھ معاملات کی درستگی وصفائی پر توجہ دیتے اسلام میں جہاد اور مجاہدین کی بڑی فضیلت آئی ہے یہاں تک کہ ان کے اعزاز واکرام کو دیکھتے ہوئے انبیاء علیہم السلام بھی ان پر رشک کرینگے مگر اس کے باوجود ان سے بھی معاملات کے بارے میں سوالات کئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ عدل کے ساتھ اصحاب حق کو ان کا حق ان سے دلائیں گے حدیث پاک میں آتا ہے صحیح مسلم کی روایت ہے۔

حدثنا زکریا بن یحیٰ بن صالح المصری حدثنا المفضل یعنیی ابن فضالةعن عیاش وھو ابن عباس القتبانی عن عبد اللہ بن یزید ابی عبدا لرحمن الحبلی عن عبد اللہ بن عمر العاص ان رسول صلی اللہ علیه وسلم قال: یغفر للشھید کل ذنب الا الدین 2

1:سنن ابوداود:3383 2:مسلم شریف:4648

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول ﷺ نے فرمایا کہ شہید کے تمام گناہ معاف ہوجائیں گے، لیکن قرض (لوگوں کے حقوق) معاف نہیں ہونگے۔

یعنی اللہ تعالیٰ شہادت کی وجہ سے سارے گناہ معاف کردینگے مگر اس پر جن بندوں کے حقوق ہوں گے اسے معاف نہیں کریں گے ہم اگر اپنی شبیہ اپنوں اور غیروں میں بہتر بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے معاملات کو درست کرنا ہوگا حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد پر توجہ دینی ہوگی صحابہؓ نے دینداری کا مفہوم سمجھا تھا انہوں نے اپنے اخلاق کو بہتر بنایا، اپنے معاملات درست کرلئے اور دوست ہو یا دشمن نفع ہو یا نقصان مسلم ہو یا کافر ہر ایک کے ساتھ ان کا معاملہ صداقت وراست بازی پر مبنی تھا اس لئے لوگ محض ان کے عمل اور سلوک ومعاملات کو دیکھ کر اسلام قبول کرلیا کرتے تھے اور آج ہماری بدمعاملگی کی وجہ سے ہم سے لوگ متنفر ہیں اور بدسلوکی میں ہم ضرب المثل بنتے جارہے ہیں اے کاش! کہ ہم رسول ﷺ اور صحابہؓ کو اپنا اسوہ بناتے، اور معاملات کی صفائی کے ذریعہ اپنی دنیا بھی سنوارتے گھر کا سربراہ ہوں یا کوئی اور اپنے معاملہ انکے ساتھ درست رکھے۔

وارث اور مورث میں جائیداد کے تنازعات:

مشترکہ فیملی میں جائیداد کے تنازعوں کا حل شریعت کے مطابق ہوگی تو خاندان اور فیملیاں سکون سے ہونگے ورنہ کبھی کبھی جنگ وجدال تک بات پہنچ جاتی ہے تقسیم وارثت کی ذمہ داری ورثا کی ہے اگر ورثا شرعی طریقے پر تقسیم نہ کریں یا کوئی وارث کسی کا حصہ غصب کرلے تو ایسا کرنے والے ورثا گنہگار ہوں گے مرحوم مورث پر کوئی گناہ نہیں

مسلمانوں میں مالی معاملات کے بارے میں جو بڑی کوتاہیاں اور غلطیاں ہو رہی ہیں ان میں سے ایک بڑی غلطی میراث کا اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے احکام وارشادات کے مطابق تقسیم نہ کرنا، بلکہ ایک وارث یا چند وارثوں کا مال ہڑپ کر جانا اور دوسرے وارثوں کو محروم کر دینا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وتاکلون التراث اکلا لما وتحبون المال حبا جماً 1

ترجمہ: (اور کھا جاتے ہو مردے کا مال سمیٹ کر سارا اور محبت کرتے ہو مال کو جی بھر کر) لم کے معنی جمع کرنے کے ہیں مطلب یہ ہے کہ تم میراث ہڑپ کر جاتے ہو یہاں خصوصیت سے میراث کے مال کا ذکر کیا ہے حالانکہ ہر ایک مال میں جس میں حلال وحرام کو جمع کیا گیا ہونا جائز ہے وجہ خصوصیت کی شاید یہ ہو کہ میراث کے مال پر زیادہ نظر رکھنا اور اسکے درپے ہونا بڑی کم ہمتی اور کم حوصلہ ہونے کی دلیل ہے کہ مردار خور جانور کی طرح تکتا رہتا ہے کہ کب ہمارا مورث مرے گا اور کب ہمیں یہ مال تقسیم کرنے کا موقع ہاتھ آئے گا اولوالعزم اور باہمت لوگ اپنی کمائی پر خوش ہوتے ہیں مردوں کے مال پر ایسی حریصانہ نظر نہیں ڈالتے ۔2

میراث تقسیم نہ کرنے اور مستحقین کو محروم رکھنے کے کئی خطرناک پہلو ہیں جن میں میراث کھانے والے مبتلا ہوتے ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

(1) میراث کو قرآن وسنت کے مطابق تقسیم نہ کرنا اور دیگر وارثوں کا حق مارنا، یہود ونصاری اور ہندوؤں کا طریقہ ہے اور قیامت میں پھر انہی کے ساتھ حشر ہونے کا خطرہ ہے

1: سورۃ البلد: 30   2: معارف القرآن مفتی محمد شفیع ج 8 ص 742،743

(2) میراث کا شرعی طریقہ پر تقسیم نہ کرنا اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی ہے اور یہ صریح فسق ہے لہذا ایسا شخص فاسق ہے خاص طور پر برسہا برس اس رویے پر اصرار کرنا اور توبہ نہ کرنا تو اور بڑا گناہ اور اللہ تعالیٰ سے بغاوت ہے۔

(3) میراث کے حقداروں کا مال کھا جانا یا کسی ایک وارث کی طرف سے تمام میراث پر قبضہ کر لینا بڑا ظلم ہے اگر کوئی دنیا میں ادا نہیں کرے گا تو آخرت میں لازما دینا ہوگا

(4) جو میراث کا مال کھا جاتا ہے اس کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں کیونکہ اس کے پیٹ میں حرام پڑا رہتا ہے

(5) میراث مستحقین کو نہ دینے والا بندوں کے حقوق ضائع کرنے کا مجرم ہے حدیث پاک میں آتا ہے

عن انس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم : من قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ 1

ترجمہ: حضرت انس فرماتے ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے وارث کا میراث کھائے گا (یعنی اس کا حصہ نہیں دے گا) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جنت کی میراث کاٹ دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے واضح اور صاف طور پر اپنے کلام میں میراث کے احکام کو بیان فرمایا ہے اس کے ساتھ ساتھ ان احکامات پر عمل کرنے والوں کے لئے بشارت اور ابدی سعادت اور ان احکام پر عمل نہ کرنے والوں کے لئے عذاب کو بھی بیان فرمایا مرحوم نے جو کچھ نقدی زیور یا جائیداد یا چھوٹا بڑا سامان چھوڑا ہو اس میں سے مرحوم کی تجہیز وتکفین کے متوسط

1: ابن ماجہ ج 1 ص 266

اخراجات نکالے جائیں پھر اگر مرحوم کے ذمہ کچھ قرض ہو تو وہ ادا کیا جائے اور بیوی کا مہر اگر ابھی تک ادا نہیں کیا تو وہ بھی دین میں شامل ہے اس کو ادا کیا جائے پھر اگر مرحوم نے کوئی جائز وصیت کسی غیر وارث کے حق میں کی ہو تو (ایک بٹا تین) 1/3 کی حد تک اس کے مطابق عمل کیا جائے اس کے بعد جو ترکہ بچے تو اس کو شریعت کے مطابق وارثوں میں تقسیم کیا جائے اگر مورث کو اپنی زندگی میں یہ محسوس ہوا ہو کہ میرے ورثاء میراث کے سلسلہ میں نزاع کریں گے یا بعض بیٹے دوسرے بیٹیوں کا حصہ غصب کرلیں گے تو مورث کے لئے بہتر ہے کہ اپنی زندگی میں ہی جائیداد تقسیم کرے اور ہر ایک وارث کو اس کے حصہ پر قابض ومتصرف بنا دے یا ورثاء کو تاکیدی وصیت کر کے جائے کہ میراث شریعت کے مطابق تقسیم کریں بہتر یہ ہے کہ وصیت نامہ کو رجسٹر کروائے اس صورت میں مشترکہ فیملی اپس میں جنگ وجدال سے بچ جائیں گے میراث کی تقسیم میں جو حصہ مقرر کئے گئے ہیں ان کی مقدار کی مکمل حکمت ومصلحت اللہ ہی بہتر جانتا ہے اس لیے کہ ہماری عقل وشعور کو اس کی گہرائی تک رسائی حاصل نہیں ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترك وان کانت واحدۃ فلھا النصف ولابویه لکل واحد منھما السدس مما ترك ان کان له ولد فان لم یکن له ولد وورثه ابوه فلامه الثلث فان کان له اخوۃ فلامه السدس من بعد وصیۃ یوصی بھا اودین اٰباء کم وابناء کم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا فریضۃ من اللہ ان اللہ کان علیما حکیماً 1

1: سورۃ النساء:11

ترجمہ: اللہ تم کو تمھاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے لڑکے کے لئے اتنا حصہ ہے جتنا دو لڑکیوں کا ہے سو اگر لڑکیاں دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لئے اس مال کا دو (تہائی) ہے جو مرنے والے نے چھوڑا ہے اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کے لئے آدھا ہے اور اس کے ماں باپ کے لئے یعنی ہر ایک کے لئے چھٹہ حصہ ہے اس مال میں سے جو مرنے والے نے چھوڑا ہے بشرطیکہ اس کے اولاد ہو پس اگر اس کے لئے اولاد نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہوں تو اسکی ماں کے لئے تہائی ہے سو اگر مرنے والے کے بھائی ہوں تو اس کی ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے اس وصیت کے نافذ کرنے کے بعد جو مرنے والے کی ہو یا اس قرض کی ادائیگی کے بعد جو میت پر ہو تمہاری باپ اور بیٹے ہے تم نہیں جانتے کہ ان میں سے تم کو کون شخص نفع پہنچانے میں زیادہ قریب تر ہے یہ حصے اللہ کی طرف سے مقرر کئے گئے ہیں بے شک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ 1

اس رکوع میں تفصیلی طور پر اللہ جل شانہ نے میراث کے احکام بتائے ہے اور میراث کے بعض احکام سورۃ نساء کے آخری رکوع میں بھی مذکور ہیں مندرجہ بالا آیت میں ماں باپ اور اولاد کے حصے بیان فرمائے اول تو یہ فرمایا کہ اللہ تم کو اولاد کی میراث کے بارے میں حکم دیتا ہے اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ مرنے والے کے چھوڑے ہوئے مال میں جو حصے دیئے جارہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کر دیئے گئے خود مرنے والے یا کسی بھی حکومت کے لئے جائز نہیں ہے کہ ان میں ردوبدل کرے قرآن کے بیان کردہ قانون کے خلاف جو کوئی قانون بنادیا جائے وہ قانون باطل ہوگا۔

1: انوارالبیان ج2ص196،197

اس کے بعد فرمایا:

للذکر مثل حظ الانثیین

یعنی لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ دے دو

(1) مثلاً اگر ماں باپ نہ ہوں اور بیوی اور شوہر بھی نہ ہو اور ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہوں تو متروکہ مال کے چار حصے کر کے دو حصے لڑکے کو اور ایک حصہ ہر لڑکی کو دے دیا جائے

(2) اور اگر مرنے والے کے ماں باپ ہیں یا دونوں میں سے یا شوہر یا بیوی ہے تو ان کا حصہ دے کر جو مال بچ جائے اس کو بھی اسی اصول کے مطابق تقسیم کر دیا جائے یعنی ہر لڑکے کو ہر لڑکی سے دوگنا دے دیا جائے

(3) اور اگر مرنے والے نے اولاد میں صرف لڑکیاں چھوڑی ہوں لڑکا نہ ہو تو اگر صرف ایک لڑکی ہے تو اس کو کل مال کا آدھا حصہ دے دیا جائے (اور باقی حصے احباب ضابطہ کے مطابق دوسرے وارثوں کو دیئے جائیں)

(4) اور اگر لڑکیاں دو یا دو سے زیادہ ہوں اور لڑکا کوئی نہ ہو تو ان دونوں لڑکیوں کو کل مال کا دو تہائی حصہ دے دیا جائے یعنی ہر لڑکی کو تہائی حصہ دے دیں (اور باقی کو ایک تہائی دوسرے وارثوں کو حسب ضابطہ دے دیا جاے)

(5) اگر مرنے والے کے ماں باپ بھی ہیں اور اولاد بھی ہے اگرچہ ایک لڑکا ایک لڑکی ہی ہو تو ہر ایک کو چھٹا حصہ یعنی 6/1 دیا جاے گا یعنی باپ کو چھٹا حصہ اور ماں کو بھی چھٹا حصہ دے دیں باقی جو مال بچے وہ اولاد پر تقسیم کر دیا جائے جس کا اصول اوپر بیان کیا گیا

(6) اور اگر مرنے والے کی اولاد نہ ہو نہ لڑکا ہو نہ لڑکی اور میراث پانے والے صرف

والدین ہی ہوں تو کل مال کا ایک تہائی حصہ 3/1 والدہ کو اور دو تہائی 3/2 والد کو دے دیا جائے۔

(7) اگر مرنے والے کی اولاد نہ ہو اور میراث پانے والے صرف والدین ہوں اور ساتھ ہی اس کے بہن بھائی بھی ہوں جو ایک سے زیادہ ہو (مثلاً ایک بھائی ہو اور ایک بہن) خواہ سگے ہو یا باپ شریک ہوں یا ماں شریک ہوں تو اس صورت میں اس کی ماں کو کل مال سے چھٹا حصہ 6/1 دیا جائے گا اور باقی جو بچا وہ اس کے والد کو دے دیا جائے گا (بہن یا بھائی کو کچھ نہیں ملے گا البتہ ان کے موجود ہونے سے اتنا فرق پڑ گیا کہ والدہ کا حصہ تہائی سے کم ہو کر چھٹا حصہ رہ گیا)

وھذا یجب النقصان فی اصطلاح اھل الفرائض وانتقض حصہ الام مع ان الاخوۃ لم ینالوا شیئا

(اور یہ علمائے میراث کی اصلاح میں یہ باعث نقصان ہے اور باوجود یہ کہ بہن بھائیوں کو کچھ نہیں ملا ماں کا حصہ کم ہو گیا ہے)

(8) اور اگر مرنے والے کے اولاد نہ ہو اور میراث پانے والے ماں باپ اور ساتھ ہی اس نے صرف ایک بھائی یا صرف ایک بہن چھوڑی ہو تو اس سے والدہ کے حصہ پر کوئی اثر نہ پڑے گا وہ حسب ضابطہ 3/1 حصہ لے گی اور باقی 3/2 باپ کو ملے گا اولاد اور والدین کے حصے بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا:

اباؤکم وابناءکم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا

یعنی یہ تمھارے اصول و فروع ہیں تمھیں پتہ نہیں کہ ان میں سے کون سا شخص تم کو (امید کے

اعتبار سے) نفع پہنچانے میں زیادہ قریب تر ہے مطلب یہ ہے کہ اگر تمہاری رائے پر میراث کی تقسیم چھوڑ دی جائے تو تم یہ دیکھتے کہ جو شخص ہمیں زیادہ نفع پہنچانے والا ہو اسی کو حصہ زیادہ ملے گا اس طرح حصہ مقرر ہی نہ ہو سکتے ہو اور پھر یہ ممکن بھی تھا کہ کسی سے زیادہ امید باندھ کر زیادہ مال کی وصیت کر دی جائے خواہ اس نے کچھ نفع نہ پہنچایا ہو لہذا نفع یا امید نفع پر میراث کے حصوں کی تقسیم نہیں رکھی گئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے دوسری مصلحتوں کے اعتبار سے خود ہی حصے مقرر فرما دیئے اور حصوں کی بنیاد اولاد یا ماں باپ ہونے پر رکھ دی یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے ان میں تغیر اور تبدل نہیں ہو سکتا اور جس کا حصہ مقرر کیا گیا ہے اسے وہی دینا ہوگا کمی بیشی کرنے کا کسی کو اختیار نہیں کسی وارث کو محروم کرنا جائز نہیں اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ہے اس نے جو کچھ حکم دیا وہ حکمت کے مطابق ہے۔1

مال میراث سے تقسیم سے پہلے صدقہ خیرات کرنا

مرنے کے بعد مرحوم کا مال اس کے وارثوں کو فوراً منتقل ہو جاتا ہے اگر تمام وارث بالغ ہوں اور موجود ہوں ان میں کوئی نابالغ یا غیر حاضر نہ ہو تو تمام وارث خوشی سے میت کے لئے صدقہ وخیرات کر سکتے ہیں لیکن اگر کچھ وارث نابالغ ہوں تو ان کے حصے میں سے صدقہ وخیرات جائز نہیں اور اس کا کھانا بھی جائز نہیں بلکہ "یتیموں کا مال کھانے" پر جو وعید آئی ہے اس کا وبال لازم آئے گا ہاں اگر بالغ وارث اپنے حصے سے ایصال ثواب کے لئے صدقہ خیرات کریں تو بہت اچھا ہے یا اگر میت نے وصیت کی ہو تو تہائی مال کے اندر اس کی وصیت کے مطابق خیر کے کاموں میں خروج کر سکتے ہیں۔2

1: انوار البیان ج2 ص197، 198 2۔ آپ کے مسائل اور ان کا حل ج3 ص19

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے جو غایت درجہ کے شرک وکفر اور ناشائستگی کا زمانہ لوگوں پر گزر رہا ہے اس کو جاہلیت کہتے ہیں زمانہ جاہلیت میں جہاں اور طرح طرح کی ظالمانہ رسمیں اور جاہلانہ خیالات (مثلا لڑکیوں کو زندہ درگور کر دینا، غلاموں کے ساتھ سختی اور ان پر تشدد کرنا ان کو چوپایوں کے مانند ذلیل کرنا، یتیموں کا مال کھانا ،طرح طرح کے باطل معبودوں کی پرستش کرنا) شائع اور رائج تھے وہاں ایک پر ستم طریقہ یہ بھی رائج تھا کہ مرنے والے کا مال صرف وہی مرد لیتے تھے جو پورے جو ان میدان جنگ میں جانے کے قابل ہوں ۔عورتوں بچوں اور ضعیفوں کو میراث نہیں ملتی تھی مفلس و بے کس ہو، معصوم اور یتیم واجب الرحم لڑکے اور لڑکیاں روتی چلاتی رہ جاتیں اور جوان قوی مالدار چچا اور بھائی آکر آنکھوں کے سامنے سب مال پر قبضہ کر لیتے تھے ان کی آہ سننے والا اور ظالموں کے پنجے سے مال کو نکالنے والا کوئی نہ تھا بالآخر ان ضعیف مظلوموں کی آہ وفریاد آسمان کو چیر کر عرش پر پہنچا خداوندی رحم وکرم کا بحرِ بیکراں موجزن ہوا اور تمام اصحاب حقوق کو ان کے حقوق دیئے گئے، انہی حقوق میں عورتوں کا حق میراث بھی شامل ہے۔

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین

(آخری رکوع تک) نازل ہو گیا جس میں زوجہ اور بیٹوں کا حصہ بھی مقرر فرما دیا گیا اور تمام وارثوں کے نہایت وضاحت سے یقینی اور قطعی حصے مقرر فرما دیئے جن میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں لہذا جوائنٹ فیملی کے سربراہ کو چاہیئے کہ اس مسئلہ پر خصوصی توجہ دے تا کہ بات لڑائی اور جھگڑوں تک نہ پہنچے اور صاحب حق کو اپنا حق پہنچے۔

(3) آپس کے تعلقات کو کیسے برقرار رکھیں

مشترکہ فیملی میں رہتے ہوئے اونچ نیچ ہوجاتی ہے ایسے مواقع پر صبر اور برداشت کرنا یہ چیز خاندان اور رشتہ داروں کو جوڑنے کا ذریعہ ہے اسلام مسلمانوں کے اندر کے تعلقات کی جوڑ چاہتا ہے نہ کہ توڑ۔

عن حذیفہ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا تکونوا امعۃ تقولون: ان احسن الناس احسنا وان ظلمو ظلمنا ولکن وظنوا انفسکم ان احسن الناس ان تحسنو وان اساؤوا ان لا تظلمو 1

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ایسے عقل مند نہ بنو کہ تم لوگوں کو دیکھا دیکھی کہنے لگو کہ اگر لوگ ظلم کریں گے تو ہم بھی ظلم کریں گے بلکہ تم اپنے آپ کو اس بات پر قائم رکھو اگر لوگ اچھا برتاؤ کرے تو ہم بھی ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں اور اگر وہ برا سلوک کریں تو (تب) ان پر ظلم نہ کرو۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رجلا قال: یا رسول اللہ ان لی قرابۃ اصلھم ویقطعون واحسن الیھم ویسئیون الی واحلو علیھم ویجھلون علی فقال: ان کنت کما قلت فکانما تسفھم المل ولا یزال معك من اللہ ظھیر علیھم مادمت علی ذلك2

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے رشتہ دار ہیں میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں وہ

1: البشیر والنذیر ج3 ص615 الترغیب والترتیب 17/6606 2: البشیر النذیر ج3 ص615 الترغیب والترتیب 18/6603

قطع رحمی کرتے ہیں میں احسان کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں میں ہر معاملہ میں تحمل (برداشت) سے کام لیتا ہوں وہ جہالت پر اتر آتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر یہ سب کچھ صحیح ہے تو ان کے منہ میں گرم خاک ڈال رہا ہے (یعنی خود ذلیل ہوں گے) اور تیرے ساتھ اللہ کی مدد شامل حال رہے گی جب تک تو اس عادت پر جما رہے گا۔

وعن ابن عباس رضی اللہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ثلاث من کن فیہ آواہ من اللہ کنفہ وستر علیہ برحمتہ وادخلہ فی محبتہ من اذا اعطی شکر واذا اقدر غفر واذا غضب فتر (رواہ الحاکم من روایہ عمر بن راشد وقال: صحیح الاسناد 1

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص میں تین باتیں ہوں گی حق تعالیٰ اسے اپنے سایہ عاطفت میں ٹھکانہ دے گا اپنی رحمت سے ڈھانپ دے گا اور اپنا محبوب بنالے گا

(1) جب اس کو دیا جائے شکر کرے (2) اور جب بدلہ لینے پر قدرت ہو تو معاف کردے (3) جب غصہ آئے تو نرم پڑ جائے۔ فائدہ: مطلب یہ ہے کہ پینے کی بہت سے چیزیں ہیں جن کا پینا اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث ہوسکتا ہے لیکن ان سب میں افضل ترین اللہ کی رضا جوئی کے خاطر غصہ کو پی جانا ہے۔

1: البشیر والنذیر ج3 ص276 الترغیب والترتیب 12/2461

عن انس رضی اللہ عنہ: قال قال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا تقاطعوا ولا تدابروا، ولا تباغضوا، ولا تحاسدوا کونوا عباداللہ اخوانا ولا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاث یلتقیان فیعرض ھذا ویعرض ھذا وخیر ھم الذی یبدأ بالسلام، والذی یبدا بالسلام یسبق الی الجنة قال ملك: ولا احسب التدابر الا الاعراض عن المسلم یدبر عنہ بوجھه 1

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک دوسرے سے نہ قطع تعلقی کیا کرو نہ پشت پھیر کر چلو نہ باہم بغض رکھو نہ ایک دوسرے پر حسد کرو اور سب اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی بنو، اور کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ (قطع تعلق کرکے) اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ رکھے ایک اور روایت میں یہ اضافہ ہے کہ (چھوڑنے سے مراد ہے کہ ایسے چھوڑ رکھے کہ جب وہ کہیں ایک دوسرے کے سامنے آئیں تو) یہ اپنا منہ ادھر کو پھیر لے اور وہ اپنا منہ دوسری طرف پھیر لے (یعنی دونوں ہی ایک دوسرے سے سلام وکلام اور ملاقات سے احتراز کیا کریں) اور ان دونوں میں بہتر شخص وہ ہے جو (ناراضگی دور کرنے اور تعلقات کو بحال کرنے کے لئے) سلام میں پہل کرے اور جو سلام میں پہل کرے گا وہ جنت میں بھی جائے گا۔

فائدہ: تین دن سے زیادہ کی قید جو حدیث بالا میں مذکور ہے اس سے یہ سمجھ میں آتی ہے کہ اگر کسی وجہ سے ناراضگی کے اظہار کی خاطر تین دن تک ملنا جلنا چھوڑ رکھا جائے تو یہ حرام نہیں ہے کیوں کہ انسان کے طبیعت میں غیظ وغضب، غیرت ورحمت اور بے صبری کا جو مادہ ہے

1: البشیر والنذیر ج3 ص2783 الترغیب والترتیب 1/ 2467

وہ بہر حال اپنا اثر ظاہر کرتا ہے اس لئے اس قدر مدت معاف کردی گئی تا کہ انسان کے جذبات کی بھی کچھ تسکین ہو جایا کرے اور اس تین دن کے عرصہ میں خفگی و ناراضگی اور بغض ونفرت کے جذبات بھی ختم ہو جائیں یا کم سے کم ہلکے پڑ جائیں اور صلح وصفائی ہو جائے (از مظاہر حق) جس طرح سماج اور معاشرہ میں آگ بھڑک اٹھنے پر اس کو بجھانے کے لئے فائر بریگیڈ عملہ فائر انجن گاڑیاں ہمہ وقت تیار رہتی ہیں اس سے بڑھ کر اس بات کی ضرورت ہے کہ تعلقات کے بگاڑ اور خراب کی اس معنوی آگ کے شر سے قبل اس کے خاندان کنبہ برداریوں، ایمانی اسلامی افقوں کو جلا کر خاکستر کردیں اس کے لئے ایسے ہی رجال کار ،افراد، اور تنظیمیں ہوں جو تعلقات کے بناؤ اور فصل خصومات کا کام کریں اور اس معنوی آگ پر پوری تیاری اور مستعدی کے ساتھ قابو پالیں، آج مادی ہوس نے انسان کو اس قدر اندھا، بہرا کردیا ہے کہ رشتہ داریوں اور تعلقات کی اہمیت وتقدس کا بالکل خیال نہیں رہا ہر شخص دولت دنیا کے جمع کرنے اور سامان راحت کی تلاش وجستجو میں ماں باپ، بھائی بہن ،آل واولاد ہر چیز کو نظر انداز کر رہا ہے اور محض اپنی نفسانی وحیوانی جذبات کی تکمیل وتسکین کی دوڑ میں لگا ہوا ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ تعلقات اور رشتہ داریوں کی اہمیت کو سمجھیں اللہ کا ڈر، خوف اپنے اندر پیدا کریں ورنہ اگر تعلقات اور رشتہ داریوں کی بے احترامی اور بے ادبی کی یہی صورتحال رہی تو وہ دن دور نہیں کہ ہمارا یہ مشرقی معاشرہ مغرب کی طرح وصف انسانیت سے عاری ہو کہ مشینوں کے مانند ہو جائے کہ ضرورت کہ حد تک استعمال کیا جائے پھر اسے بند کر کے رکھ دیا جائے مغرب میں انسان ایک مشین بن کر رہ گیا ہے نہ کنبہ نہ برادری۔

لوگوں کی آپس میں صلح کراونا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فاتقوا اللہ واصلحو ذات بینکم 1

ترجمہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپس کے تعلقات کی اصلاح کرو اور فرمایا:

فاصلحوا بینھما بالعدل واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون 2

ترجمہ (جو مسلمان آپس میں لڑ پڑے ہوں تو حق کی جانب لوٹنے پر) ان دونوں کے درمیان عدل سے صلح کروادو اور انصاف کرو بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے مومنین تو آپس میں بھائی بھائی ہی ہیں پس تم اپنے دو بھائیوں کے مابین صلح کروادیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

الا اخبرکم بافضل من درجۃ الصیام والصلوۃ والصدقۃ؟ قالوا بلیٰ یا رسول اللہ قال: اصلاح ذات البین وفساد ذات البین 3

کیا میں تمہیں خبر نہ دوں ایسی چیز کی جو روزے، نماز اور صدقہ کے درجے سے بڑھ کر ہے؟ کہا ضرور اے اللہ کے رسول: فرمایا آپس میں صلح کروادینا کیونکہ آپس کی رنجش (دین کو) مونڈھ دینے والی ہے۔

1:الانفال 2:حجرات:10 3:ابوداود:4919

اس طرح جھوٹ منع ہے مگر اس عظیم مصلحت کے لئے بقدر ضرورت واجازت ہے ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

لیس الکذاب یصلح بین الناس فینمی خیرا او یقول خیرا

ترجمہ: وہ شخص جھوٹا نہیں کہ جو لوگوں کے درمیان صلح کروائے پس خیر وہ چغلی کرے یا خیر کی بات کرے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کل سلامی من الناس علیه صدقة کل یوم تطلع فیه الشمس یعدل بین الناس صدقة2

لوگوں کے ہر جوڑ پر صدقہ ضروری ہے اس دن میں سورج طلوع ہوتا ہے: لوگوں کے درمیان عدل وانصاف سے صلح صفائی کروادینا بھی صدقہ ہے

لوگوں کے درمیان صلح کیسے کرائی جائے

اسے غیر جانبدار رشتہ دار، یا بااثر علاقائی شخصیات جن کی بات کو دونوں فریق اہمیت دیتے ہوں صلح کروانے کی کوشش کریں اور صلح پر آمادہ کرنے کے لئے انہیں قرآن شریف اور احادیث مبارکہ سنا کر صلح کے فضائل اور اہمیت بتائی جائے اور اگر دو مسلمان بھائی آپس میں صلح نہ کریں تو ان کے بارے میں بہت سخت وعیدیں آئی ہیں۔

عن معاذ بن جبل، عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: یطلع اللہ الی خلقه فی لیلة النصف من شعبان فیغفر لجمیع خلقه لمشرك او مشاحن 2

1:صحیح بخاری:2692 2:صحیح ابن حبان 16/481

ترجمہ: معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
کہ اللہ تعالیٰ شب قدر میں شرک کرنے والے اور بغض کرنے والے کے سوا سب کو معاف کر دیتا ہے مشترکہ فیملی میں اگر ان تمام باتوں کا خیال رکھا جائے تو ہر ایک دوسرے کے اوپر اپنے آپ کو قربان کرے گا محبت کی فضا قائم ہوگی

(4) تربیت کا خسارہ اور ان کا حل

یقینا یہ ایک پیچیدہ اور اہم مسئلہ ہے ذمہ دار نگران پر اپنے متعلق ماتحتوں کی تربیت کا فریضہ عائد ہوتا ہے جیسے استاد کے ذمہ اپنے شاگردوں کا اور شیخ کے اوپر اپنے مریدوں کا تربیت وغیرہ اسی طرح مشترکہ فیملی میں گھر کا ایک سربراہ ہوتا ہے سارے گھر والے اس کے ماتحت ہوتے ہیں تو اس کے اوپر چھوٹے بڑے سب کی تربیت اور نگرانی دینی اعتبار سے لازم اور ضروری ہے رسول ﷺ کا فرمان ہے:

الا کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیتہ 1

مسلمانوں! تم میں سے ہر ایک حکمران ہے اور ہر ایک سے اسکی رعیت کی نسبت سوال کیا جائے گا صحیح تربیت کروڑوں کی ملکیت سے بہتر ہے۔

الحاصل تربیت کا مسئلہ بڑا نازک ہے اس کے کچھ ضابطے قوانین یا کچھ لکیریں مقرر نہیں کہ ان کو سامنے رکھ کر تربیت کی جاتی ہے بلکہ تربیت کے طریقے، احوال ومواقع نفسیات وجذبات اور خیالات کے لحاظ سے بدلتے رہتے ہیں جو جس کے زیر تربیت ہیں سب کو ایک لکڑی سے نہ ہانکا جائے طریقہ نبوی ﷺ کے مطابق جو تربیت کی جائے گی بلاشبہ وہ باعث خیر وبرکت ہوگی اور اس کے نمایاں اثرات نظر آئیں گی ان شاء اللہ۔

1: مشکوۃ ض 32

تربیت کے طریقے:

(1) گھر والوں کو صالحین کی صحبت میں رہنے کی تاکید اور پابندی کرائی جائے کہ اس کی برکت سے عقائد کی حفاظت ہوگی اور فرائض پر دوام نصیب ہوگا بہت سے گناہوں کے دروازے بند ہو جائیں گے جس کی وجہ سے فیملی اور خاندان میں امن وامان ہوگا، بری صحبتوں سے ان کو دور رکھیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

واذارایت الذین یخضون فی ایاتنا فاعرض عنھم فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین 1

ترجمہ: اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری ایات کے بارے میں (فضول) بحث کرتے ہیں تو ان سے کنارہ کر یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ بات میں مشغول ہو جائیں اور کبھی شیطان تجھے ضرور ہی بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھ۔

اہل ایمان کو ایسی مجلسوں اور محفلوں میں جانا اور شریک ہونا ممنوع ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی یا رسول ﷺ کی یا کتاب اللہ کی یا دین خدوا ندی کی یعنی سلام کی تکذیب کی جاتی ہو یا ان کا مذاق اڑایا جارہا ہو جن ملکوں میں مسلمان کی تکذیب کی جاتی ہو یا ان کا مذاق اڑایا جارہا ہو جن ملکوں میں مسلمان رہتے اور بستے ہیں ان میں ایسے مما لک بھی ہیں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں اور دشمنان اسلام اپنی اسلام دشمنی میں دین اسلام کا مذاق اڑانے اور رسول ﷺ اور کتاب اللہ کا تمسخر کرنے سے باز نہیں آتے بلکہ اس کام کے لئے مجالس ومحافل منعقد کرتے ہیں ڈرامے تیار کرتے ہیں مسلمانوں کو بھی شرکت کی دعوت دیتے ہیں مسلمان جہالت اور حماقت سے ان میں شریک ہوجاتے ہیں جن میں اسلام اور قرآن کا مذاق اڑایا

1: سورۃ الانعام:68

جاتا ہے کالج ۸ اور یونیورسٹیوں کے بے علم سٹوڈنٹس ریسرچ وغیرہ کے عنوان سے ان کو پڑھتے ہیں حالانکہ ایسے اجتماعات میں شرکت اور ایسے رسائل کا پڑھنا نہایت بے غیرتی کی بات ہے اور شرعاً بھی جائز نہیں۔ اگر کہیں غلطی سے کسی اجتماع میں شرکت کر لی جس میں دین اسلام کی کسی بھی چیز کا استہزاء کیا جارہا ہو تو علم ہو جانے پر اسی وقت وہاں سے اٹھ کر چلے جائیں اور

فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین

پر عمل کریں۔

مجلس کا اثر ضرور ہوتا ہے اس لئے قرآن وحدیث نے بتلایا کہ بری مجلسوں اور صحبتوں سے دور رہیں۔ ہم تو بری مجلس تھیٹر کو سمجھتے ہیں، سینما سمجھتے ہیں، جوا کو سمجھتے ہیں تاش کی مجلس کو سمجھتے ہیں۔ بلکہ بری مجلس وہ بھی ہے جس میں ایسی باتیں ہوں جس میں نہ دین کا فائدہ ہو نہ دنیا کا۔ ابن العربیؒ فرماتے ہیں دن رات وعظ سننے سے اور عمر بھر عبادت کرنے سے اتنا فائدہ نہیں ہوتا جتنا اہل اللہ کی مجلس میں بیٹھ کر ہوتا ہے عمر بھر وعظ، تقریریں سنیں کتابوں کا مطالعہ کریں عبادت کریں آپ کے اندر وہ انقلاب نہیں آئے گا جو اہل اللہ کی مجلس میں بیٹھنے سے آئے گا جو اہل اللہ کی مجلس میں بیٹھنے سے آئے گا کتاب پڑھنے سے میں اخلاق کو جانوں گا لیکن اخلاق کا جاننا کمال نہیں اخلاق رکھنا کمال ہے (قاضی حمید اللہؒ) تو ضروری ہوا کہ ہم خود بھی اور فیملی کے تمام افراد کا اس کے بارے میں کھڑی نگرانی کریں تاکہ غلط لوگوں کے ہاتھ نہ لگ جائیں۔

(2) تربیت کا دوسرا مرحلہ

خود اپنے آپ کو اور گھر اور فیملی والوں کو حرام کھانے، کمانے اور حرام میں پڑنے سے دور رکھیں اس سلسلے میں نگران کھڑی نگاہ رکھیں حرام سے بچنے پر اللہ تعالیٰ خاندانوں میں اہل اللہ پیدا کرتا ہے جو کبھی کبھی پوری امت کے لئے اصلاح کا ذریعہ بن جاتا ہے کسب حلال اور رزق طیب کی بے شمار برکات ہیں جب لقمہ حلال انسان کے پیٹ میں جاتا ہے تو اس سے خیر کے امور صادر ہوتے ہیں بھلائیاں پھیلتی ہیں، وہ نیکیوں کی اشاعت کا سبب بنتا ہے اس کے برعکس حرام غذا انسانی جسم کو معطل کر دیتی ہے نور ایمان بجھ جاتا ہے دل کی دنیا ویران وبنجر ہو جاتی ہے شیطان اس کے قلب پر قابض ہو جاتا ہے پھر ایسا شخص معاشرے کے لئے موذی جانور بن جاتا ہے جس منہ کو حرام کی لت لگی ہو اس سے بھلا امور خیر کیسے اور کیوں کر انجام پا سکتے ہیں حلال وحرام کا یہ کھلا فرق اس حد تک اثر انداز ہو جاتا ہے کہ طیب وپاکیزہ کمائی کھانے والا عند اللہ مقبول ومستجاب الدعوات بن جاتا ہے جب کہ حرام وخبیث کو جزو بدن بنانے والا اللہ کے ہاں مردود ومطرود ٹھہرتا ہے اس بات کو کئی احادیث مبارکہ میں وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ آیت (یا ایھا الناس الخ) اللہ کے حبیب ﷺ کے روبرو تلاوت کی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا یا رسول ﷺ! میرے لئے اللہ تعالیٰ سے مستجاب الدعوات بننے والی دعا فرمادیں آپ ﷺ نے فرمایا: اے سعد! اپنا کھانا پاکیزہ اور حلال رکھو تم مستجاب الدعوات بن جاؤ گے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے! حقیقت یہ ہے

کہ جو آدمی اپنے پیٹ میں حرام کا لقمہ ڈالتا ہے تو چالیس دن تک (اس کی عبادت) قبول نہیں ہوتی جس بندے کی نشونما حرام اور سود کے مال سے ہوئی ہو جہنم کی آگ اس کے زیادہ لائق۔1

ایک دوسری حدیث مبارکہ میں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جناب نبی کریم ﷺ نے مال کی قباحت وشناعت کو اس انداز میں ذکر فرمایا: بے شک اللہ رب العالمین (اپنے) مومن بندوں کو بھی اس چیز کا حکم دیتے ہیں جس کا حکم اپنے پیغمبروں کو دیا پھر آپ ﷺ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی (اے رسولوں: پاکیزہ اور حلال چیزیں کھاو اور نیک اعمال کرو)۔

یا ایھالذین امنوا کلو من الطیبات مارزقنکم

اے اہل ایمان: جو رزق ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے پاکیزہ اشیاء کھاؤ) اس کے بعد جناب رسول ﷺ نے ایک ایسے آدمی کا تذکرہ فرمایا جو لمبے سفر میں پرگندہ حال اور غبار آلودہ (ہوتا ہے) اور وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہوئے کہہ رہا ہے اے میرے رب اے میرے رب جبکہ (حقیقت حال یہ ہو کہ) اس کا کھانا پینا اور اوڑھنا (سب) حرام ہوتا ہے اور حرام کی غذا اسے مل رہی ہوتی ہے سو اس حالت میں اس کی دعائیں کیسے قبول ہو سکتی ہے۔2

ایک اور حدیث میں ہے جناب رسول ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں انسان اس بات کی طرف دھیان نہیں دے گا کہ وہ جو مال حاصل کر رہا ہے حلال ہے یا حرام۔3

1۔ابن کثیر 1/26 2:مشکوۃ شریف 241 3:مشکوۃ شریف 341

جب انسان اکل حلال کو نظر انداز کر دیتا ہے صبر وقناعت، زہد وایثار اور جفاکشی کی جگہ حرص وہوس اور عیش کوشی کو اپنا مطمح نظر بنالیتا ہے تو اللہ رب کریم کی طرف سے نازل ہونے والی برکت ختم ہو جاتی ہے جس کے بعد کثرت بھی قلت محسوس ہونے لگتی ہے ایسے شخص کو قارون کا خزانہ بھی مل جائے تو وہ اسے کم تر جانتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ جب اپنے ناپاک مال میں سے اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جاتا ہے اس کے علاوہ یہ حرام بینک بیلنس جب تک اس کی ملکیت میں پڑا رہتا ہے اس کے لئے دوزخ کی راہ ہموار کرتا ہے جناب رسول ﷺ نے ایک حدیث مبارکہ میں اس حوالے سے یوں ارشاد فرمایا: بندہ مال حرام کما کر (جب) اس میں سے اللہ کے راستے میں کچھ خرچ کرتا ہے تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جاتا ہے اس طرح (جب وہ مال حرام اپنی ذات پر خرچ کرتا ہے) تو اس میں برکت پیدا نہیں کی جاتی ہے اور اگر اس مال حرام کو (ذخیرہ کی نیت سے) اپنے پاس محفوظ رکھتا ہے تو وہ اس کے لئے جہنم کا زادراہ بن جاتا ہے یاد رکھو! اللہ تعالی برائی کو برائی سے نہیں بلکہ برائی کو اچھائی سے مٹاتا ہے کیوں کہ خبیث چیز خبیث کو ختم نہیں کرسکتی۔1 ضروری ہوا کہ ہم خود بھی حرام سے بچے اور گھر کے افراد کو بھی بچانے کی کوشش کریں۔

تربیت کے حوالہ سے تیسری چیز:

مشقت اور امتحان میں ثابت قدمی خود بھی سیکھنا اور فیملی کے ہر فرد کا اسی ترتیب سے تربیت کرنا سکھ، دکھ، رنج، شادمانی، صحت، بیماری اور راحت وتکلیف انسانی زندگی کے دو متضاد پہلو اور لازمی اجزاء ہیں کوئی فرد و بشر مصائب و آلام، تکالیف اور ان حوادث زمانہ سے محفوظ نہیں زندگی کے کسی موڑ پر انسان کو ان سے ضرور سابقہ بڑتا ہے اس لئے کہ یہ دنیا اجر وثواب

1:مشکوۃ شریف 246

کا مقام نہیں بلکہ صرف آزمائش اور امتحان ہے کہ وہ اس فانی دنیا میں خوشحالی وفراوانی اور تنگی ومفلسی میں اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر قائم رہتا ہے یا نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض 1

اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے رزق کی فروانی کر دیتا تو سب زمین پر فساد برپا کر دیتے یعنی لوگ اللہ کی اطاعت کے لئے وقت نہ نکالتے جس وجہ سے لوگ بغاوت، سرکشی، اور مخلوق پر جبر کرنے لگتے۔

ولکن ینزل بقدر ما یشاء انہ خبیرٌ بصیر

لیکن اللہ تعالیٰ اپنے اندازے کے مطابق رزق نازل فرماتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں کے بارے میں خبر اور بصیرت رکھتا ہے اور اگر بندے کو آزمائش میں مبتلا کر دیا جائے تو ایسے وقت میں صبر عظیم ترین عبادت ہے چنانچہ آمدن کم ہونے کی وجہ سے زندگی میں کدورت آجانے پر گھٹن محسوس ہو اور نہ ہی اس سے بددل ہونا چاہئے، کیونکہ رسول ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں تنگ دستی اور فقر کی گزر بسر پر مشتمل تھی حقیقت تو یہ ہے کہ دنیاوی رنگینیاں عارضی اور بے وقعت ہیں انکے نا ملنے پر افسوس وملال نہیں ہونا چاہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے جنت میں دیکھا تو جنتیوں میں اکثریت غریبوں کی تھی (2)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مسلمانوں میں جو غریب ہیں وہ مالداروں سے آدھا دن پہلے جنت میں جائیں گے اور آدھا دن پانچ سو برس کا ہے (3)

1: الشوریٰ: 37 2۔ الصحیح البخاری کتاب النکاح، باب کفران العشیر وھو الزوج، 3: البشیر والنذیر ج4 ص481

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم مایزال البلاء بالمومن والمؤمنۃ فی نفسہ وولدہ ومالہ حتی یلقی اللہ تعالیٰ وما علیہ خطیئہ (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح والحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم) (4)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا، مومن مرد اور مومن عورت کی جان اور اس کی اولاد اور اس کے مال کو ہمیشہ مصیبت وبلا پہنچی رہتی ہے یہاں تک کہ جب وہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتا ہے تو اس پر یعنی اس کے نامہ اعمال میں گناہ نہیں ہوتا (ترمذی)

جانی پریشانی میں صبر کرنا:

اللہ تعالیٰ نے موت وحیات کو پیدا کیا ہے ہر ایک انسان کو موت آئی گی کبھی باپ کے سامنے انکے بیٹوں کی موت کبھی بیٹے کے سامنے ماں کی موت وغیرہ ایسے وقت میں اپنے آپ پر قابو پانا اور گھر والوں کو بے قابو ہو جانے سے بچانا ہماری گھروں میں یہ فضا عام ہو کہ جب کسی کی فوتگی ہو جائے اس وقت انتہائی صبر کا مظاہرہ کریں

وعن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: الصبر معول المسلم (ذکرہ رزین ولم ارہ) (1)

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صبر مومن کی کلہاڑی ہے (جس کے ذریعہ وہ اپنے غم اور پریشانیوں کے دور کرنے کا کام لیتا ہے)

1: البشیر والنذیر ج3 ص277

وعن عائشة رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : مامن مصیبة تصیب المسلم الا کفر اللہ عنہ بھا حتی الشوکة یشاکھا (1)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ روایت کرتی ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو جو بھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے حتی کہ کانٹا تک بھی چبھ جائے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے گناہ کا کفارہ کردیتا ہے۔

(4) فیملی کے افراد میں بلند ہمتی پیدا کرنا:

بلند ہمتی پیدا کرنے کے لئے گھر میں فضائل کی تعلیم کو لازمی کریں یہ آخرت کے اعتبار سے ہر کوئی معمولی عمل مقدار پر اکتفا نہیں کرے گا جیسا کہ بعض حافظ قرآن نے کچھ حصہ یاد نہیں کیا تو حافظ نہیں کہلاتا مگر مکمل یاد کا شوق نہ ہوا یا بعض نے تھوڑی مقدار سی احادیث سنی یا بعض نے قدر قلیل فقہ حاصل کرلی یا بعض نے ہر فن سے تھوڑا حصہ لیا اور اسی پر راضی ہوگیا یا بعض کے صرف فرائض پر اکتفاء کرنے والے ہیں اور اسی طرح تہجد کے دو رکعتوں پر قناعت کرنے والے اگر ان میں بلند ہمتیں ہوتیں تو تمام فضائل کے حصول میں محنت کرتے نقص اور کمی کو گوارہ نہ کرتے اور بدن سے خوب کام لیتے جیسا کہ:

ایک شاعر کا قول ہے:

ہر جسم کی آفت لاغری ہے اور میرے جسم کی آفت میرے ہمت کے مقابلے سے ہے اور ہمتوں کے مقابلے کی دلیل یہ ہے کہ بعض لوگ قصے کہانیاں سنتے میں یا آج کل موبائل کے فتنے میں رات کو جاگ لیتے ہیں مگر قرآن سننے کے لئے جاگنا انہیں آسان نہیں اور محشر میں

1: بخاری، مسلم: ص481

ہر انسان کے ساتھ اس کی ہمت بھی ہوگی تو دنیا میں جس قدر اس نے حاصل کیا تھا اسی کے بقدر دیا جائے گا۔

(5) تربیت کے حوالے سے پانچواں مرحلہ

زندگی میں نظم وضبط کی اہمیت سے انکار ناممکن ہے بغیر حسن تدبیر کے اچھے معاشرے کا تصور ہی محال ہے دنیا کی ہر شے ذرہ ذرہ ایک قدرتی نظام سے بندھا ہوا ہے کائنات میں قدرت کی نشانیاں ہر جگہ بکھری پڑی ہیں ان میں پایا جانے والا نظم وضبط دیکھ کر عقل عش عش کرنے لگتی ہے ان فطری مظاہر میں پایا جانے والا نظم وضبط اور ڈسپلن انسان کو احسن طریقے سے زندگی بسر کرنے کے لئے نظم وضبط کی دعوت دیتا ہے حسن تدبیر انسان کی زندگی کو منظم پر سکون کامیاب بنانے اور مطلوبہ نتائج کے حصول میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے ایسے آدمی میں مفید اور کارآمد عادتیں از خود فروغ پانے لگتی ہیں جس کی وجہ سے ہر مشکل کام آسان اور سہل ہوجاتا ہے زندگی میں اکثر پریشانیاں مشکلات محرومیاں ناکامیاں اور نامرادیاں نظم وضبط اور حسن تدبیر کے فقدان کا نتیجہ ہوتی ہیں۔

عن ابی ذر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : لا عقل کالتدبیر ولا ورع کالکف ولا حسب کحسن الخلق (1)

ترجمہ ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : تدبیر جیسی کوئی عقل (عقلمندی) نہیں ہے، اور (حرام) سے رک جانے جیسی کوئی پرہیزگاری نہیں، اور اچھے اخلاق سے بڑھ کر کوئی عالی نسبی (حسب ونسب والا ہونا) نہیں ہے۔

1: سنن ابن ماجہ رقم الحدیث 4218

(6) تربیت کے حوالے سے چھٹا مرحلہ

خرچ میں اعتدال سکھانا

ولا تجعل یدك مغلولة الی عنقك ولا تبسطها کل البسط فتقعد ملوما محسورا (1)

ترجمہ: اور تو اپنے ہاتھ کو اپنی گردن کی طرف باندھا ہوا مت رکھ اور نہ اسے بالکل ہی کھول دے ورنہ تو ملامت کیا ہوا خالی ہاتھ بیٹھے رہو گے۔

اس آیت میں خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے جو کچھ اللہ نے دیا ہے اس میں سے مال خرچ کرتا رہے (لیکن گناہوں میں خرچ نہ کرے) اور بالکل ہی ہاتھ روک کر نہ بیٹھ جائے کہ خرچ ہی نہ کرے اور جب خرچ کرنے لگے تو بالکل پوری طرح ہاتھ نہ کھول دی (کہ سارا مال ختم کردے) کیونکہ ایسا کرنے سے ملول بھی ہوگا اور محسور بھی ہوگا ملول کا معنی ہے ملامت کیا ہوا اور محسور کا معنی ہے رکا ہوا یعنی عاجز بنایا ہوا جب اپنے پاس کچھ بھی نہ ہوگا

تو لوگ ملامت کریں گے جن لوگوں پر خرچ کیا ہے وہ بھی کہنے لگے گے کہ ایسا بے تکا خرچ کرنے کی کیا ضرورت تھی سوچ کر خرچ کرنا چاہیئے مال حاجات پورا کرنے کا ذریعہ بھی ہے اور مال کمانے کا ذریعہ بھی جب کچھ نہ رہے گا تو حاجتیں بھی پوری نہ ہوسکیں گے اور آئندہ مال کمانے میں بھی بے بسی ہوگی بعض مفسرینؒ نے فرمایا ہے کہ ملوماً کا تعلق پہلی بات سے ہے جس کا معنی یہ ہے کہ خرچ کرنے سے ہاتھ روک کر بالکل ہی نہ بیٹھ جائے ورنہ لوگ ملامت کریں گے اور محسور کا تعلق دوسری بات سے ہے اور مطلب یہ ہے کہ خرچ میں اتنی

2: بنی اسرائیل: آیت 29

زیادتی نہ کرو کہ خود تنگدست ہو کر عاجز ہو کر رہ جائے آیت کریمہ میں میانہ روی کے ساتھ خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اور میانہ راوی ہمیشہ کام دیتی ہے حدیث شریف میں ہے۔

"الاقتصاد فی النفقة نصف المعیشة "(1)

کہ خرچ میں میانہ روی آدھی معیشت یعنی معیشت کی پریشانیوں کا آدھا حل یہ ہے کہ خرچہ میں میانہ روی اختیار کی جائے اور آدھا حل باقی دوسری تدبیریں ہیں جو فرد یا جماعت اس سے غافل ہے وہ یا تو کنجوسی کی وجہ سے ہمیشہ مصیبت میں رہے گی یا ذرا سی مدت میں سارا مال خرچ کر کے عاجز ہو کر بیٹھ رہے گی پھر قرضوں پر نظر جائے گی قرضے چڑھ جائیں گے تو ان کی ادائیگی کا کوئی راستہ نہ ہوگا غیر قوموں کی طرف تکیں گے ان سے سودی قرضے لیں گے سود در سود چڑھتا چلا جائے گا جیسا کہ دنیا میں ہوتا ہے اور ہوتا رہے گا (2)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہترین کام وہ ہے جو میانہ روری کے ساتھ کئے جائیں اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ اعمال میں میانہ روی اختیار کرو اور اللہ کا قرب حاصل کرو (3)

زندگی کی ہر شعبہ میں اعتدال پسندی ہونا چاہیے اعتدال اور میانہ روی کا مطلب ہے تمام احکام وامور میں ایسی راہ اختیار کرنا جس میں نہ افراط ہو نہ تفریط یعنی نہ شدت ہو نہ ہی از کوتاہی۔

تربیت کے حوالے سے ساتواں مرحلہ

فیملی اور خاندان کے تمام افراد کو موسیقی گانے بجانے جیسے خرافات سے دور رکھنا، نغمہ اور موسیقی ایسی چیزیں ہیں جو انسان کو عیش پسند، واقعی مسائل سے غافل اور جذباتی بنا دیتی ہیں

1: مشکوۃ 430 2: انوار البیان: ج:5: ص 337 3: المعجم الاوسط 2/78، 2583

اس لئے اسلام اس کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتا آپ ﷺ نے اس سے دلچسپی لینے سے شدت سے منع فرمایا حضور ﷺ نے فرمایا:

الغناء ینبت النفاق فی القلب کم ینبت الماء الزرع“

نغمہ سے دل میں نفاق پیدا ہوتا ہے اور یہ کہ اس سے حاصل ہونے والی کمائی حرام اور ناجائز ہے(1)

اسی طرح وہ آلات جو نغموں کے ساتھ ہم آہنگ کئے جاتے ہیں ان کی بھی آپ نے شدید مذمت فرمائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

نہی عن ضرب الدف.......وضرب الزمارۃ (طبرانی بخاری)

آپ علیہ السلام نے دف اور بانسری بجانے سے منع فرمایا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت ہے

ایاکم واستماع المعازف والغناء

ترجمہ: موسیقی اور آلات موسیقی کو سننے سے خوب بچو(2)

عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ دف بجانے کی عمومی اجازت ہے اور ہمیشہ اس سے لذت اندوز ہوا جا سکتا ہے مگر یہ غلط ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا میری امت کے ایک طبقہ پر صورتوں کے مسخ ہو جانے دھنسا دیئے جانے اور طوفان کا عذاب آئے گا یہ وہ لوگ ہوں گے جو شراب پیتے ہوں گے ریشم پہنتے ہوں گے اور دف بجاتے ہوں گے ہاں عید اور شادی کی حد تک احادیث سے اس کے جواز کا پتہ چلتا ہے اب ہمارے زمانے میں جو موسیقی کے آلات ایجاد ہوتے ہیں ہارمونیم وغیرہ ظاہر ہے کہ ان سے

1: دیلمی، کنزل العمال 2: کنز العمال

لطف اندوز ہونا حرام اور ناجائز ہے جو گانے فحش قسم کے ہیں وہ تو ہے ہی جو اشعار دینی ہوں ،حمد یا نعت کے مضمون پر مشتمل ہوں ان کو بھی آلاتِ موسیقی سے ہم آہنگ کر کے گانا اور سننا جائز نہیں ہے بلکہ ممکن ہے کہ ایک پاکیزہ معجزہ کی یہ بے حرمتی مزید بال کا باعث ہو۔(1)

جب سائنسدانوں کے سامنے اس بات کی حقیقت کھلی کہ فلاں فلاں طریقے سے انسان کا دماغ انفاز میشنز قبول کرتا ہے تو انہوں نے اس بات پر محنت کی کہ ہم دوسرے بندے کے دماغ میں اپنی مرضی کی بات کیسے ڈالیں کہ اس کو پتہ بھی نہ چلے چنانچہ اس پر بہت زیادہ کام کیا گیا بالخصوص کفار نے اس پر بڑا کام کیا کہ ہم کس طرح دنیا کے لوگوں کی سوچ اپنی مرضی کے مطابق ڈھال سکتے ہیں دن رات کی ریسرچ کے بعد ان کو اس کا بہترین طریقہ ،میوزک، کی شکل میں نظر آیا گویا انہیں مسلمانوں کی دینی غیرت کا جنازہ نکالنے کا یہ سب سے بڑا ہتھیار نظر آیا۔(2)

اس معاملے میں فیملی کے ہر فرد پر کھڑی نظر رکھے تا کہ ان چیزوں میں لگ نہ جائے اور نہ ہی ایسی مجلسوں میں اس کو جانے کی اجازت دیں یہ تربیت کے حوالے سے چند گزارشات تھی امید ہے اس پر عمل کرنے سے گھروں اور خاندانوں میں امن وامان ہوگا۔

(5) پانچویں چیز: افراد خانہ میں فرق وامتیاز

مشترکہ فیملی میں والد یا بڑا بھائی جو کہ گھر کا سربراہ ہوتا ہے ہمارے ہاں ایک المیہ یہ ہے کہ والد یا اپنے اولاد یا بڑا بھائی جو گھروں کا سربراہ ہوتا ہے وہ گھر کے افراد میں فرق کرنا شروع دیتے ہیں جو زیادہ خوبصورت، ذہین، فرماں بردار اور محنتی ہو وہ اس سے زیادہ محبت شروع کر دیتے ہیں اطاعت نہ کرنے والے کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے یہی افراد عدم توجہ کا شکار ہو

1: جدید فقہی مسائل: ج:1: ص234 2: خطبات فقیر: ج12: ص22

کر برائی کی راہ پر چل نکلتے ہیں والد ہو یا بڑا بھائی ان کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ گھر کے افراد کے معاملے میں عدل سے کام لیں ورنہ اللہ کے ہاں ان کی باز پرس ہوگی کسی کو زیادہ دینا کسی کو محروم رکھنا یا کم دینا عدل وانصاف کے اصولوں کے بھی خلاف ہے اس کے علاوہ یہ امتیازی سلوک گھر کے دوسرے افراد میں احساس کمتری، مایوسی اور آخر کار بغاوت پیدا کرتا ہے اور اس کی وجہ سے افراد خانہ میں باہم نفرت وبغض اور حسد پیدا ہوتا ہے جو فطری صلاحتیوں کے پروان چڑھنے میں زبردست رکاوٹ اور دین وتقوی اور روحانی ترقی کے لئے تباہ کن اور ہزار فتنوں کی جڑ بن جاتا ہے نیز افراد خانہ میں جس کے ساتھ ناانصافی ہوگی اس کے دل میں گھر کے سربراہ کی طرف سے میل آئے گا اور شکایت وکدورت پیدا ہوگی اور بالآخر یہ اولاد اور گھر کے افراد بغاوت پر اتر آئیں گے برتاؤ اور حسن سلوک میں برابری بھی افراد خانہ کا حق ہے گھر کے سربراہ کو چاہیئے کہ اس کا خوب خیال رکھے۔

حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن) ان کے والد (حضرت بشیر رضی اللہ عنہ) انہیں رسول کریم ﷺ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ میں نے اس بیٹے کو ایک غلام ہدیہ کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ کیا آپ نے سب بیٹوں کو اسی طرح ایک ایک غلام دیا ہے انہوں نے کہا نہیں آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر (نعمان سے بھی) اس غلام کو واپس لے لو ایک اور روات میں آتا ہے کہ،،،،، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو(1)

البتہ کسی بیٹے یا بیٹی کو کسی معقول شرعی وجہ کی بنا پر دوسروں کی بنسبت کچھ زیادہ دینا چاہے تو دے سکتا ہے یعنی کسی کی دین داری یا زیادہ خدمت گزار ہونے کی بنا پر اس کو دوسروں کی

1: مظاہر حق 193/3، باب العطایا، دارالاشاعت

بنسبت کچھ زیادہ دے تو اس کی اجازت ہے لیکن بعض کو دینا اور بعض کو محروم رکھنا یا بلاوجہ کم یا زیادہ دینا یہ شرعا سخت گناہ ہے اس سے بچنا لازم ہے۔

چھٹی چیز فضول خرچی اور لاپرواہی

تربیت کے حوالے سے فیملی کے سربراہ کو چاہیے کہ وہ فضول خرچی اور لاپرواہی سے بچے مشترکہ فیملی سربراہ کے ہاتھ میں گھر کی ساری جمع شدہ رقم ہوتی ہے اس میں فضول خرچی اور لاپرواہی سے بچے کہ اس کے نقصانات دنیاوی بھی ہیں اور اخروی بھی آج کل بڑھتے ہوئے مسائل کی اہم وجہ فضول خرچی ہے جس سے خاندان تباہ ہوجاتا ہے جبکہ کفایت شعاری کو اپنانے سے تنگدستی اور افلاس سے چھٹکارا پایا جاسکتا ہے فضول خرچی سے بچنے اور کفایت شعاری کو اپنانے کے لئے روزمرہ کا حساب لکھنا ضروری ہے اس سے ہمیں یہ پتا چلتا ہے کہ وہ کونسی چیزیں ہیں جن میں زیادہ خرچ ہو رہا ہے تاکہ اس کو کنٹرول کیا جائے اور سادہ زندگی بسر کرنے کی عادت ڈالی جائے ہمیں چاہیئے کہ خرچ کرتے وقت کئی بار سوچیں کہ آیا یہ ہمارے لئے ضروری ہے اگر ضروری بھی ہے تو اعتدال سے خرچ کیا جائے زندگی کی گاڑی چلانی، عزت اور محبت کو بحال رکھنے اور دوسرے حق داروں پر خرچ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ فضول خرچی اور غیر ضروری نامناسب اخراجات سے گریز کیا جائے اور اعتدال پسندی کو اپنا شعار بنایا جائے جبکہ فضول خرچی ایک ایسی عادت ہے جو ہر حال میں نقصان دہ ثابت ہوتی ہے فضول خرچی سے بچنا اور کفایت شعاری اپنانا تفکرات اور پریشانیوں کو کم کرتا ہے زندگی خوش اسلوبی اور چین سے گزرتی ہے ضرورت کے لئے خرچ بہرحال کرنا ہی پڑتا ہے کوئی ضرورت کے مطابق کرتا ہے کوئی ضرورت سے زیادہ اور کوئی

ضرورت پر بھی پورا نہیں کرتا سب سے بہتر طریقہ کفایت شعاری اپنا اور فضول خرچی سے بچنا ہے۔

والذين اذا انفقوا لم يسرفوا ولم يقتروا وكان بين ذالك قواما (1)

ترجمہ: اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو فضول نہیں کرتے اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ ان دونوں کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاقتصاد فی النفقۃ نصف المعیشۃ والتودد الی الناس نصف العقل وحسن السؤال نصف العلم (2)

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: خرچ کرنے میں میانہ روی نصف معیشت ہے (اچھے) لوگوں سے دوستی اور محبت نصف عقل ہے اور حسن سوال نصف علم ہے۔

کلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین (3)

اور کھاؤ اور پیو اور اسراف (ضرورت سے زائد خرچ) نہ کرو بے شک اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

حد سے آگے بڑھنے میں فضول خرچی خلاف شرع لباس پہننا حرام چیزیں کھانا سب داخل ہے (4)

فیملی کے سربراہ کو چاہیے کہ خود بھی فضول خرچی سے بچے اور گھر کے افراد کو فضول خرچی سے بچائے اس سے فیملی میں امن وامان کی فضا قائم ہوگی۔

1: الفرقان: آیت نمبر 68　2: مشکوٰۃ مع شرح مرقات المفاتیح　3: الاعراف: آیت 31　4: انوار البیان 3: ص: 33

ساتویں چیز: حساب وکتاب کی شفافیت

مشترکہ فیملی حساب وکتاب کی شفافیت بہت ضروری ہے انسانی زندگی ضروریات، سہولیات ،اور آسائشات پر مشتمل ہے اور یہ سب چیزیں مفت میں نہیں ملتی ان کے لئے رقم خرچ کرنی پڑتی ہے ہمارے معاشرے میں عموما چار قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں ایک وہ جو بے حساب کماتے اور بے حساب خرچ کرتے ہیں (ایسے لوگ آگے چل کر معاشی پریشانیوں پر پریشانیوں کا شکار ہو سکتے ہیں) دوسرے وہ جو بے حساب کماتے اور بے حساب خرچ کرتے ہیں، تیسری قسم وہ ہیں جو بے حساب کماتے ہیں اور خرچ کم کرتے ہیں اور چوتھی وہ جو حساب سے کماتے اور بے حساب خرچ کرتے ہیں اس قسم کے لوگ عموما تنخواہ دار ہوتے ہیں جو مالی طور پر پریشان رہتے ہیں جس کا اثر ان کی گھریلوں زندگی پر بھی پڑتا ہے اور میاں بیوی اور مشترکہ فیملی میں بھائیوں کے درمیان جھگڑے شروع ہوجاتے ہیں ہمیں چاہیے کہ ہم گھریلو بجٹ بنائے یہ بجٹ بنانا کیوں ضروری ہے؟ گزارہ نہیں ہوتا پوری نہیں پڑتی آجکل ہاتھ تنگ ہے جیسے جملے آپ نے اکثر سنے ہونگے بے شک بعض بے چاروں کی آمدنی ہی اتنی کم ہوتی ہے کہ وہ اپنے اخراجات کتنے ہی کم کرلیں ان کی زندگی کی بنیادی ضرورتیں ہی پوری نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ ان کے کچھ حالات بہتر فرمائے آمین لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں کمانا تو آتا ہے یہ لیکن خرچ کرنا نہیں آتا یاد رکھے! خرچ کرنے کے بعد پریشان ہونے سے بہتر ہے کہ خرچ کرنے سے پہلے سوچ لیا جائے اس لئے اگر ہم آمدنی اور خرچ میں توازن قائم کرنے کے لئے گھریلو بجٹ بنالیں تو کئی ٹنشنوں سے بچ جائیں گے گھریلو بجٹ بنانے سے پہلے چند باتوں کا خیال ضرور رکھے: فضول خرچی سے پرہیز کیجئے غیر

ضروری اخراجات کو گھریلو بجٹ کا حصہ نہ بنائے گناہوں کے کام مثلاً فلموں گانے وغیرہ سننے دیکھنے کے لئے ساونڈ سسٹم اور ایل سی ڈیز وغیرہ پر خرچ نہ کیجئے رقم ایک شخص کے پاس جمع ہو اور وہی اخراجات کا تحریری حساب رکھے جس کام کے لئے گھریلو بجٹ میں جتنی رقم خاص کی گئی ہے اس سے زیادہ خرچ نہ کی جائے جہاں جہاں بچت ممکن ہو کر لی جائے جتنی زیادہ بچت اتنی پریشانی کم اور بچت زیادہ ہوگی۔

گھریلوں بجٹ بنانے کا طریقہ:

اپنے ماہانہ گھریلوں بجٹ کو دس حصوں میں تقسیم کر لیجئے (ہر ایک اپنے رہن سہن کے مطابق اس میں کمی یا اضافہ بھی کر سکتا ہے)

(1) راشن اس میں آٹا، چاول، گھی، کوکنگ آئل، چینی چائے کی پتی دالیں، سبزیاں، پھل گوشت، نمک مرچ مصالے، دودھ وغیرہ شامل ہیں۔

(2) صفائی ستھرائی: اس میں گھر، لباس، بدن، اور برتنوں کی صفائی کے لئے استعمال ہونے والی اشیاء، مثلاً صابن صرف، شیمپو، فنائل، ٹوتھ پیس، مسواک، جیسی چیزیں شامل ہیں۔

(3) یوٹیلیٹی بلز: مثلاً بجلی، گیس، پانی وغیرہ کے بلز

(4) کرایہ: جیسے مکان کا کرایہ (اگر مکان اپنا نہ ہو) کسی کے گھر جانا جیسے فیملی والوں کا کسی عزیز رشتہ دار کے دعوت یا شادی غمی کے لئے جانا اس میں بس یا ٹیکسی رکشہ وغیرہ کا کرایہ، اسی طرح اجتماعی کمیٹی ڈالی ہو تو اسکی ادائیگی، اگر گھر کے لئے سواری رکھی ہے تو اس کے پیٹرول اور سروس وغیرہ کا خرچہ

(5) علاج: بیماری کی صورت میں ڈاکٹر کی فیس اور دوائی کی قیمت وغیرہ

(6) تعلیم: اسکول کالج، مدرسہ کی فیس، اسکول وین یا مدرسہ وین کی فیس، کتابوں، کاپیوں، اور اسٹیشنری، پر آنے والے اخراجات اور بچوں کا جیب خرچ وغیرہ۔

(7) گھریلو سامان کی مرمت یا تبدیلی جیسے فریج، واشنگ مشین، گیس، چولے، وغیرہ میں خرابی کی صورت میں مرمت کا خرچ کرنا یا پرانا سامان استعمال کے قابل نہ ہونے کو صورت میں نیا خریدنا۔

(8) راہ خدا میں خرچ کرنا کسی ضرورت مند کی مدد کرنا بھوکے غریب کو کھانا کھلانا یا مسجد ومدرسہ کے فنڈ میں دینا وغیرہ

(9) غیر متوقع اخراجات مثلاً اچانک مہمان آگئے یا کسی شادی میں شرکت کرنا کوئی چیز گم ہوگئی موبائل یا بائیک وغیرہ چھن گئی یا چوری ہوگئی۔

(10) طویل المدت خرچ: مستقبل میں کوئی شی مثلاً فریج یا واشنگ مشین، فرنیچر، بائیک وغیرہ خریدنے کا ارادہ ہو تو اخراجات کے بعد بچ جانے والی رقم محفوظ کر لینا کسی پر کتنا خرچ کرنا ہے؟ اس کے لئے مشورہ ہے کہ سب سے پہلے یہ حساب لگائیں کہ آپ اوپر بیان ہونے والی چیزوں پر اپنے گھر میں کتنا خرچ کرتے ہیں اور کہاں کٹوتی (یعنی کم کرنے) کی گنجائش ہے اس کے مطابق اپنے ماہانہ خرچہ کا حساب کر لیں پھر اپنے گھر کا بجٹ نیچے دئے گئے فرضی گھریلوں بجٹ کے مطابق بنالیں (آپ چاہیں تو فیصدی رقم کی جگہ اصلی رقم بھی لکھ سکتے ہیں آپ یوٹیلیٹی بلز کا خرچ دس ہزار ہے تو بجٹ ٹیبل میں یہی لکھ دیجئے۔

گھریلو بجٹ ٹیبل

صفائی 5/0 فیصد	راشن 40 فیصد
کرایہ 12 فیصد	یوٹیلیٹی بلز 10 فیصد
تعلیم 10 فیصد	علاج 5/0 فیصد
غیر متوقع اخراجات 5/0 فیصد	مرمت یا تبدیلی 3/0 فیصد
طویل المدت خرچ 5/0 فیصد	راہ خدا میں خرچ 5/0 فیصد

اللہ پاک کی رحمت سے امید ہے کہ گھریلوں اخراجات کا اس طرح جائزہ لینے اور بجٹ بنانے سے فضول خرچی سے بھی جان چھوٹ جائے گے اور بلا شبہ مشترکہ فیملی میں اس صورت کو اپنانے سے حساب کتاب صاف وشفاف ہوگا گھر کے سربراہ کے بارے میں کسی کے دل میں کوئی شک وشبہ بھی نہیں رہے گا۔

(8) آٹھویں چیز: معاش کے سلسلہ میں لاپرواہی کرنے والوں پر کھڑی نگاہ رکھنا

مشترکہ فیملی میں بعض کام چور ہوتے ہیں اور کسب معاش کے سلسلے میں لاپرواہی ہوتے ہیں اگے جا کر ایسے افراد یا تو چور بن جاتے ہیں یا گداگری کی راہ اپناتے ہیں، گھر کے سربراہ کو چاہیے کہ ایسے افراد پر خاص توجہ دیں گھر کے تمام افراد کے ذمہ پر اس کے مناسب کام لگایا جاتا ہے تاکہ کسب معاش کی اہمیت اور ضرورت انکے سامنے ہوں اور مذکورہ نقصانات سے بچا جا سکے۔ اسلام میں کسب معاش کو خاص اہمیت دی گئی ہے اللہ تعالیٰ نے خود یہ ارشاد فرمایا کہ دن کی یہ روشنی اس لئے ہے کہ تلاش معاش میں سہولت ہو۔

وجعلنا النهار معاشا (1)

زمین کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وجعلنا لکم فیها معایش

طلب معاش کو جائز اور درست قرار دیا گیا ہے کسب معاش کے لئے سفر کی بھی حوصلہ افزائی کی گئی ہے بلکہ کسب معاش اور اس کے لئے تگ ودو کا حکم فرمایا:

فانتشروا في الارض وابتغوا من فضل الله (2)

کتب احادیث بھی کسب معاش کی فضیلت کے سلسلے میں بھری پڑی ہیں۔

عن المقدام بن معديكرب رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم ما اكل احد طعاما قط خيرا من ان ياكل من عمل يده وان نبي الله داود عليه السلام كان ياكل من عمل يده رواه البخاري وغيره وابن ماجه ولفظه قال ما كسب الرجل كسبا اطيب من عمل يده وما انفق الرجل على نفسه واهله وولده وخادمه فهو صدقة

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی نے کوئی کھانا کبھی اس سے بہتر نہیں کھایا کہ اپنے ہاتھوں کی محنت سے کما کے کھائے اور اللہ کے پیغمبر داود علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے کام کر کے کماتے تھے (صحیح البخاری وغیرہ) ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ کسی شخص نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی آمدنی نہیں حاصل کی اور آدمی جو کچھ اپنی ذات پر اپنے گھر والوں پر اور اپنی بیوی اولاد پر اور اپنے نوکر چاکروں پر خرچ کرتا ہے وہ صدقہ ہے۔

1: النساء: 11   2: الاعراف: 10

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ تحصیل معاش کی صورتوں میں بہتر صورت یہ ہے کہ آدمی اپنے ہاتھ سے کوئی ایسا کام کرے جس سے کھانے پینے وغیرہ کی ضروریات پوری ہوں آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نبی داود علیہ السلام کی نسبت ہے ان کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اپنی حکومت میں لوگوں سے اپنے بارے میں تجسس کرتے تھے چنانچہ جو شخص ان کو نہیں پہچانتا اس سے وہ دریافت کرتے کہ بتاؤ داود کیسا ہے؟ لوگوں میں ان کی سیرت وعادت کس درجہ ہے؟ اور اس کے بارے میں تمہارا تاثر کیا ہے؟ ایک دن ایسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کو آدمی کی صورت میں ان کے پاس بھیجا انہوں نے اس سے بھی اس قسم کے سوال کئے اس نے کہا داود ہیں تو اچھے مگر اتنی بات ضرور ہے کہ وہ بیت المال سے روزی کماتے ہیں بس یہ سنتا تھا کہ حضرت داود علیہ السلام کے دل ودماغ میں ایک بجلی سی کود کر گئی فوراً اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ تو مجھے بیت المال سے مستغنی کردے اور مجھے کوئی ایسا ہنر عطا کردے جس سے میں اپنی روزی کما سکوں چنانچہ اللہ نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں زرہ بنانے کا ہنر عطا کیا اور اللہ تعالیٰ نے لوہے کو ان کے لئے نرم بنا دیا کہ ان کے ہاتھوں میں پہنچتے ہی موم کی طرح نرم ہوجاتا تھا جس سے وہ زرہ بناتے اور پھر چار چار ہزار درہم میں فروخت کرتے بلکہ بعض علماء نے تو یہ لکھا ہے کہ حضرت داود علیہ السلام ہر روز ایک زرہ بناتے اور اس کو چھ ہزار درہم میں فرخت کرتے پھر اس چھ ہزار کو اس طرح خرچ کرتے کہ دو ہزار اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے اور چار ہزار بنی اسرائیل کے فقراء ومساکین میں بطور صدقہ وخیرات تقسیم کردیتے۔

حدیث بالا میں ترغیب ہے کہ دستکاری اور ذاتی محنت کی کمائی سب سے بہتر کمائی ہے اور اس میں بڑے فائدے ہیں مثلاً جو شخص اپنی محنت وحرفت سے کماتا ہے یہ صرف یہ کہ وہ خود اس سے فائدہ اٹھاتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتا ہے پھر ایسا شخص اپنے پیشے میں مصروف رہنے کی وجہ سے بری باتوں اور لہولعب سے محفوظ رہتا ہے نیز چونکہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے کی وجہ سے اس میں کسر نفسی بھی پیدا ہوتی ہے اس لئے وہ اپنے نفس کی سرکشی سے بچتا ہے سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ایسا شخص کسی کا محتاج نہیں رہتا کسی کے اگے دست سوال دراز نہیں کرتا کسی کے اگے جھکتا نہیں اور اسے ایک آبرومندانہ زندگی حاصل رہتی ہے۔(1)

وعن الزبير بن العوام رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لان ياخذ احدكم احبله فياتي بحزمة من حطب على ظهره فيبيعها فيكف الله بها وجهه خير له ان يسال الناس اعطوه ام منعوا(2)

ترجمہ: حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک شخص نے اپنی رسیوں سے لکڑیوں کا گھٹا باندھ کر سر پر لاد کر لائے اور انکو بیچے اور اس طرح وہ اپنے چہرے کو (دنیا میں بھیک کی ذلت سے اور آخرت میں داغدار چہرے کی رسوائی سے) بچالے یہ بہتر ہے لوگوں سے بھیک مانگنے سے وہ دے دیں یا نہ دیں۔

وعن سعيد بن عمير عن عما رضی الله عنه قال: سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم اى الكسب اطيب قال عمل الرجل بيده وكل كسب مبرور (3)

1: البشیر النذیر ترجمہ الترغیب الترھیب: ج2 ص 527 2: البخاری 3: حاکم، البیہقی عن سعید بن عمیر بن مرسلا

ترجمہ حضرت سعید بن عمیر نے اپنے چچا (حضرت براء) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت کون سی کمائی زیادہ پاک اور اچھی ہے آپ نے فرمایا کہ آدمی کا اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرنا اور ہروہ کمائی جو پاکبازی کے ساتھ ہو (الحاکم)

فائدہ۔۔۔۔۔مطلب یہ ہے کہ سب سے افضل کمائی تو اپنے ہاتھ کی محنت کی کمائی ہے اور اس تجارت کی کمائی بھی پاکیزہ ہے جو شرعی احکامات کے مطابق اور دیانت داری کے ساتھ ہو کل کسب مبرور کا یہی مطلب ہے (1)

وعن كعب بن عجرة رضى الله عنه قال : مر على النبى صلى الله عليه وسلم رجل فرأى اصحاب رسول صلى الله عليه وسلم من جلده ونشاطه فقالو : يا رسول الله لو كا ن هذا فى سبيل الله فقال رسول صلى الله عليه وسلم ان كان حرج يسعى على ولده صغارا فهو فى سبيل الله وان كان يسعى على الوالدين شيخين كبيرين فهو فى سبيل الله وان كان خرج يسعى على نفسه يعفها فهو فى سبيل الله وان كان خرج يسعى رياء ومفاخرة فهو فى سبيل الشيطان رواه طبرانى

ترجمہ: حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم (سب لوگ دربار نبوی ﷺ میں بیٹھے ہوئے تھے) کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے سامنے سے گزرا، نبی کریم ﷺ کے ساتھیوں نے (جب) اسکی تندرستی اور چھریرا پن دیکھا تو کہنے لگے اللہ کے رسول کاش! کہ یہ شخص اللہ کی راہ میں ہوتا (یعنی اس کی یہ چستی اور تندرستی جہاد میں کام آتی) رسول ﷺ نے فرمایا اگر یہ شخص اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کے لئے کمانے نکلا

1: البشیر النذیر ترجمہ الترغیب الترھیب: ج2 ص568

ہے تب بھی اللہ کی راہ میں ہے اور اگر یہ شخص اپنے بوڑھے ماں، باپ کے لئے کمانے نکلا تب بھی یہ اللہ کی راہ میں اور اگر یہ خود کمانے نکلا ہے تا کہ پاک دامن اور باعزت رہ سکے تب بھی یہ اللہ کی راہ میں ہے (ہاں) اگر یہ شخص فخر یا ریا اور شان وشوکت کی خاطر کمانے نکلا ہے تو یہ راہ شیطان میں ہے۔

فائدہ:۔۔۔فی سبیل اللہ: کا لفظ اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے ہر ایک کام کو شامل ہے جو اللہ کو راضی کرنے کے لئے ہو اس کے لئے ہر نیکی اور اچھا کام، فی سبیل اللہ ہے البتہ فی سبیل اللہ کا اصطلاحی مصداق اولاً جہاد ہے پھر دعوت وتبلیغ اور طلب علم وغیرہ (1)

عن ابی سعد الحذری رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :التاجر الصدوق الامين مع النبين والصديقين والشهداء رواه (2)

ترجمہ، حضرت ابوسعد حذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا سچا اور امانتدار تاجر (قیامت کے دن) انبیاء علیہ السلام اور صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا (ترمذی)

آدمی کے لئے مال حلال بہتر شئی ہے یہی مزاج ہر دور میں سلف صالحین کا رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللدعنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں بے کار آدمی کو ناپسند کرتا ہوں چاہے دنیا میں ہو یا امور آخرت میں (3)

زید بن مسلمہ کاشت کاری کیا کرتے تھے حضرت عمر رضی اللدعنہ نے ان کی تعریف کی اور فرمایا کہ اسی طرح تمہارے دین کی حفاظت ہوگی اور لوگوں کے سامنے تمہاری شرافت باقی رہے گی (4)

1: البشیر النذیر ج2 ص67 2: الترمذی 3: مجمع الزوائد 4/23 4: احیاء العلوم مع الاتحاف 6/257

ابراہیم بلخیؒ سے پوچھا گیا کہ سچا تاجر زیادہ بہتر ہے یا وہ شخص جس نے خود کو عبادت کے لئے فارغ کرلیا ہو؟ فرمایا سچا تاجر! کیونکہ وہ ناپ تول میں اور لین دین میں گویا شیطان سے جہاد کرتا ہے۔(1)

امام احمدؒ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو گھر یا مسجد میں بیٹھا رہے اور کہے کہ میں کچھ نہیں کروں گا تاکہ میری رزق خود میرے پاس آجائے، امام احمدؒ نے فرمایا کہ ایسا شخص جاہل ہے(2)

اس لئے اسلام نے قناعت اور توکل کے جاہلانہ اور رہبانی تصور کو رد کردیا ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جانور باندھ لوں پھر توکل کروں یا جانور کو کھلا کر چھوڑ دوں پھر توکل کروں؟ ارشاد فرمایا جانور کو باندھ لو پھر توکل کرو(3)

یعنی اسباب ظاہری کو اختیار کیا جائے اور اس کے نتیجہ اللہ پر چھوڑ دیا جائے جیسا کچھ بھی نتیجہ ظاہر ہو اس پر راضی رہا جائے نہ یہ کہ اسباب ہی نہ اختیار کئے جائیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خوب فرمایا ہے کہ بعض لوگ کسب معاش نہیں کرتے اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ روزی دے دی حالانکہ تم جانتے ہو کہ آسمان سونا چاندی نہیں برساتا(4)

1:احیاءالعلوم مع الاتحاف 2/259 2: احیاءالعلوم مع الاتحاف 3/260 6:مشکوۃ،ترمذی:2517 4:احیاءالعلوم 6/257

اسلام گداگری اور بھیک مانگنے کا سخت مخالف ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بات تم میں سے ایک شخص اپنی پشت پر لکڑی کا گھٹا اٹھائے اس بات سے بہتر ہے کہ دوسرے کے سامنے دست سوال دراز کرلے اور (وہ) چاہے تو اسے دے دے یا نہ دے(1)

ایک روایت میں ہے کہ سوال ایک زخم ہے جس سے انسان اپنے چہرے کو زخمی کرتا ہے سوائے اس کے کہ امیر اور بیت المال سے مانگا جائے یا بحالت مجبوری سوال کیا جائے ۔(2)

ایک صحابیؓ خدمت اقدس میں آئے جو مانگ کر اپنی ضرورت پوری کیا کرتے ان کے پاس صرف پیالہ اور ٹاٹ تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں سامان منگوایا بولی لگائی اور دو درہم میں اس کو فروخت کیا ایک درہم اس کی ضروریات کے لئے دیا اور ایک درہم میں کلہاڑی بنادی تاکہ لکڑی کاٹ سکے اور بیچ کر اپنی ضرورت پوری کرسکے(3)

مشترکہ فیملی میں ہر ایک فرد روزی کمانے میں عار محسوس نہ کرے خود محنت کر کے کمانا یہ فضیلت کی چیز ہے اور یہ جو بعض لوگوں کے ذہن میں خیال پیدا ہوتا ہے یعنی اپنے لئے ایک منصب تجویز کر دیتے ہیں کہ ہم کو یہ منصب ملے گا تو کام کریں گے ورنہ نہیں مثلاً ہمارے عرف میں لوگ دبئی یا قطر یا یورپ وغیرہ ملکوں میں روزی کمانے کے لئے پوری کوشش کرتے ہیں بعض کامیاب ہوجاتے ہیں بعض رہ جاتے ہے جو رہ جاتے ہیں تو وہ یہاں اپنے علاقوں میں کچھ کام نہیں کرتے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ جاتے ہیں جو باہر سے رقم بھیجتے ہیں وہی کھاتے ہیں خود بھی کام نہیں کرتے تو یہ بات صحیح نہیں آدمی کو کسی بھی کام سے عار

1:بخاری:2374 2:ترمذی:681 3:ترمذی ج1ص231 مطبع کراچی

محسوس نہیں کرنا چاہے جوبھی کام روزی کمانے کے لئے میسر آجائے اس کام سے پرہیز نہیں کرنا چاہیے۔

کیونکہ حدیث شریف اس کو

فریضۃ بعد الفریضۃ

کہا گیا ہے

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: طلب کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ رزق حلال کو طلب کرنا دین کے اولین فرائض کے بعد دوسرے درجے کا فریضہ ہے اس حدیث میں حضور نبی ﷺ نے ایک عظیم اصول بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ رزق حلال کو طلب کرنا دین کے اولین فرائض کے بعد دوسرے درجے کا فریضہ ہے یعنی دین کے اولین فرائض تو وہ ہے جو ارکان اسلام کہلاتے ہیں اور جن کے بارے میں ہر مسلمان جانتا ہے کہ یہ چیزیں دین کے اولین فرائض ہیں مثلاً نماز پڑھنا، زکوۃ ادا کرنا، روزہ رکھنا، حج کرنا وغیرہ ،حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ان دینی فرائض کے بعد دوسرے درجے کا فریضہ رزق حلال کو طلب کرنا اور رزق حلال کو حاصل کرنے کی کوشش کرنا ہے یہ ایک مختصر سا ارشاد اور مختصر سی تعلیم ہے لیکن اس حدیث میں بڑے عظیم علوم بیان فرمائے گئے ہیں اگر آدمی اس حدیث میں غور کرے تو دین کی فہم عطا کرنے کے لئے اس میں بڑا سامان ہے ۔

اس حدیث سے پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ ہم اور آپ رزق حلال کی طلب میں جو کچھ مزدوری کرتے ہیں چاہے وہ تجارت ہو وہ کاشت کاری ہو چاہے وہ ملازمت ہو چاہے وہ مزدوری ہو یہ سب کام دین سے خارج نہیں بلکہ یہ سب دین کا حصہ ہے اور نہ صرف یہ کہ یہ کام جائز اور مباح ہے بلکہ ان کو فریضہ قرار دیا گیا ہے اور نماز روزے کے فرائض کے بعد اس کو بھی دوسرے درجے کا فریضہ قرار دیا گیا ہے لہذا اگر کوئی شخص یہ کام نہ کرے اور رزق حلال کی طلب نہ کرے بلکہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر گھر میں بیٹھ جائے تو وہ شخص فریضہ کے ترک کرنے کا گناہ گار ہوگا اس لئے اس نے ایک فرض اور واجب کام کو چھوڑ رکھا ہے کیونکہ شریعت کا مطالبہ یہ ہے کہ انسان سست ہوکر اور بیکار ہوکر نہ بیٹھ جائے اور کسی دوسرے کا دست نگر نہ بنے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے اور ان چیزوں سے بچنے کا راستہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی اپنی وسعت اور کوشش کے مطابق رزق حلال طلب کرتا رہے تاکہ دوسرے کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانے کی نوبت آئے کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی حقوق ہمارے اوپر واجب فرمائے ہیں اسی طرح کچھ حقوق ہمارے اوپر ہمارے نفس سے متعلق اور ہماری ذات کے متعلق اور ہمارے گھروں والوں سے متعلق بھی واجب فرمائے ہیں اور رزق حلال کی طلب کے بغیر یہ حقوق ادا نہیں ہو سکتے اس لئے ان حقوق کی ادائیگی کے لئے ضروری کہ آدمی حلال رزق طلب کرے (1)

مشترکہ فیملی میں بعض دفعہ ایسا ہوجاتا ہے کہ ایک بندہ کماتا ہے اور وہ اس سلسلے میں بہت مشقت برداشت کرتا ہے اس کے لئے سفر بھی کرتا ہے اور بیوی بچوں سے بھی دور رہتا ہے جبکہ بعض کچھ بھی نہیں کرتے یا یوں ہوتا ہے کہ کمانے والے کی ساری دولت باپ کے ہاتھ

1: اسلام اور جدید معاشی مسائل ج1 ص57

میں ہوتی ہے جب تقسیم اور علیحدگی کا وقت آتا ہے تو کمانے والے کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہوتا اور اس کو دوسروں کے برابر حصہ دیا جاتا ہے جس سے وہ دلبرداشتہ ہو جاتا ہے اور اپنی زندگی کی کمائی ہوتی دولت میں بھرپور مطالبہ کرتا ہے یہاں تک کہ نوبت جھگڑنے تک پہنچ جاتی ہے ایسی صورت سے بچنے کے لئے بہتر ہے کہ والدین اپنے تمام نابالغ اولاد اور سمجھدار اولاد کو کسی کام میں لگائے اور ہر ایک سے اس کے کام کے مناسبت سے پیسہ وصول کرتے رہیں ہر ایک کی تنخواہ میں مناسب فیصد مقرر کرے اور ان سے کہے کہ مقررہ فیصد سے جو کچھ بچے وہ تمہاری ملکیت ہے ایسی صورت میں گھر کے یہ تمام افراد لگن سے محنت کریں گے اور اگر والدین ایک پر بوجھ ڈال کر باقیوں کو اس سلسلے میں جو کچھ نہ کہیں تو یہ کمانے والے کے ساتھ بہت زیادتی ہے جو از روئے شرع جائز نہیں ہے۔(1)

(9) نواں چیز: گھر کے سربراہ کے متعلق

گھر کے سربراہ کے ہاتھ میں تمام افراد کا جمع شدہ مال ہوتا ہے سربراہ اس سلسلے میں خواہشات سے اپنے کو بچائے مال اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے جس کے ذریعے انسان کی بے شمار دینی اور دنیاوی ضروریات پوری ہوتی ہیں یہی مال امتحان اور آزمائش بھی ہے اور کبھی کسی کے لئے فتنہ یا فساد کا سبب بھی بن جاتا ہے یعنی یہ مال رحمت بھی ہے اور زحمت بھی اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ مال و دولت کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اس نے انسان کو ایک خاص مدت تک استعمال کے لئے مال عطا فرمایا ہے، مشترکہ فیملی میں گھر کے سربراہ کے ہاتھ میں سب کا کمایا ہوا مال و دولت ہوتا ہے جو اس مال کا امین ہوتا ہے اگر غلط جگہوں اور اپنے خواہشات کو سامنے رکھ کر ضائع کیا تو اس کا نقصان دنیا میں بھی ہوگا اور آخرت میں اللہ

1: اسلام اور جدید معاشی مسائل ج1 ص59

تعالیٰ کی سچی عدالت میں جواب بھی دینا ہوگا اللہ کا ارشاد ہے۔

یاایھاالذین امنوا لا تاکلو اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما (1)

ترجمہ: اے ایمان والو نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کے آپس میں ناحق مگر یہ کہ تجارت ہو آپس کی خوشی سے اور نہ خون کرو آپس میں بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔

کسی بھی مال میں باطل اور ناجائز تصرف مت کرو نہ اپنے مال میں نہ دوسرے کے مال میں باطل تصرف یہ ہے کہ اسے معاصی میں خرچ کیا جائے اور دوسروں کے مال میں تصرف یہ ہے کہ اسے ایسے طریقے سے خرچ کیا جائے جس سے شریعت نے منع کیا ہو مثلاً سود جوا، غصب، چوری، ڈاکہ، اور یونہی باطل اور فاسد بیوع بھی اس میں آجاتی ہیں البتہ باہمی رضامندی پر مبنی تجارت لین دین سے جو نفع ہو اسے کھاسکتا ہے بلکہ حضور ﷺ نے اسے اطیب الکسب (سب سے زیادہ پاکیزہ کسب اور کمائی قرار دیا ہے)(2)

تفسیر ہدایت القرآن میں ہے اور ناحق میں حصول رزق کی وہ تمام صورتیں آجاتی ہے جن کی قرآن وحدیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے اور اموال جمع سے مراد دولت ہے کسی کا بڑا مال ہڑپ کر لیا اور وہ مظلوم بے بس ہو تو ظالم کو کس طرح نمٹادے گا یہ قتل کی نوبت آئے گی آگے لکھتے ہے اور ناحق اموال کھانے کی ممانعت اس وجہ سے ہے کہ اس سے قتل کی نوبت آسکتی ہے، زر زمین اور زن کے جھگڑے خطرناک ہوتے ہیں آپس میں قتل کی نوبت آسکتی ہے۔

1: سورۃ النساء:29 2: تسھیل البیان ج2، 53/54

جبکہ ہر شخص کو قتل مومن سے بچنا چاہے اللہ تعالیٰ بندوں پر بے حد مہربان ہیں پس مومن بندوں میں بھی اس کی خو بو ہونی چاہیئے ۔(1)

مشترکہ فیملی سربراہ مال وہاں خرچ کرے جہاں سب گھر والوں کی بھلائی ہوں اور مشورہ ہوں ایسے اجتماعی مال ودولت کو ناحق نہ خود کھائے اور نہ دوسروں کو کھلائے ناحق مال کھانے والے پر قرآن وحدیث میں بہت سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:

(اتدرون ما المفلس,قالو المفلس فینا من لا درھم لہ ولا متاع ,فقال:لان المفلس من امتی یاتی یوم القیامۃ بصلاۃ,وصیام ,وزکاۃ, ویاتی شتم ھذا ,وقذف ھذا ,واکل مال ھذا سفك دم ھذا ,وضرب ھذا ,فیعطی ھذا من حسناتہ, وھذا من حسناتہ : فان فنیت قبل ان یقضی ما علیہ اخذ من خطایاھم فطرحت علیہ,ثم طرح فی النار (2)

ترجمہ: رسول ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ اجمعین سے دریافت فرمایا کہ: تم مفلس کس کو سمجھتے ہو؟ صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین نے عرض کیا کہ مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم اور دینار نہ ہو اور مال واسباب نہ ہو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن آئے اور اس نے نمازیں بھی پڑھی ہو اور روزے بھی رکھے ہوں اور زکوۃ بھی دیتا ہو، مگر اس کے ساتھ اس نے کسی کو گالی دی تھی کسی پر تہمت لگائی تھی کسی کا ناحق مال کھایا تھا ناحق خون بہایا تھا کسی کو مارا تھا اب قیامت میں ایک اس کی یہ نیکی لے گئی اور دوسرا دوسری نیکی

1: ہدایت القرآن، ج2ص37 2: صحیح مسلم:1997/4

لے گئی یہاں تک کہ اس کی نیکیاں ختم ہوگئی لیکن پھر بھی حق دار بچ گئے تو پھر باقی حق داروں کے گناہ اس پر لاد دیئے جائینگے یہاں تک کہ وہ گناہوں میں ڈوب کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا یہ حقیقی مفلس ہے۔

عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل الجنۃ لحم نبت من السحت وکل لحم نبت من السحت کانت النار اولی بہ (رواہ احمد والدربی والبیھقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: کہ وہ گوشت اور وہ جسم جنت میں نہ جا سکے گا جس کی نشونما حرام مال سے ہوئی ہو اور ہر ایسا گوشت اور جسم جو حرام مال سے پلا بڑھا ہو دوزخ اس کی زیادہ مستحق ہے تشریح اللہ کی پناہ اس حدیث میں بڑی سخت وعید ہے الفاظ حدیث کا ظاہر مطلب یہی ہے کہ دنیا میں جو شخص حرام کی کمائی کی غذا سے پلا بڑھا ہوگا وہ جنت کے داخلہ سے محروم رہے گا اور دوزخ اس کا ٹھکانہ ہوگا الھم احفظنا امنہ:

شارحین حدیث نے قرآن وحدیث کے دوسرے نصوص کی روشنی میں اس کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ ایسا آدمی حرام خواری کی سزا پائے بغیر جنت میں نہ جا سکے گا ہاں اگر وہ مومن ہوگا تو حرام کا عذاب بھگتنے کے بعد جنت میں جا سکے گا اور اگر مرنے سے پہلے اس کو صادق توبہ واستغفار نصیب ہوگیا یا کسی مقبول بندہ نے اس کی مغفرت کی دعا کی اور قبول ہوگئی یا خود رحمت الہی نے مغفرت کا فیصلہ فرما دیا تو عذاب کے بغیر بھی بخشا جا سکتا ہے۔ قابل اشکال ہے یہ بات، کیونکہ مال حرام حقوق العباد میں داخل ہے،

اورحقوق العباد کی معافی کی دوصورتیں ہیں

1: حقدار کو اپنا حق واپس لوٹا دے۔

2: صاحب حق اپنا حق معاف کر دے

رب اغفر وارحم وانت خیر الرحمین (1)

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم ياتي على الناس زمان لا يبالي المرء ما اخذ منه من الحلال ام من الحرام (2)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی کو اس کی پرواہ نہ ہوگی کہ وہ جو لے رہا ہے حلال ہے یا حرام جائز ہے یا ناجائز۔

تشریح: حدیث کا مطلب بالکل ظاہر ہے اور رسول ﷺ نے جس زمانہ کی اس حدیث میں خبر دی ہے بلاشبہ وہ آچکا ہے آج امت میں ان لوگوں میں بھی جو دین دار سمجھے جاتے ہیں کتنے ہیں جو اپنے پاس آنے والے روپیہ پیسہ یا کھانے پینے کی چیزوں کے بارے میں یہ سوچنا اور تحقیق کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ جائز ہے یا ناجائز ہوسکتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ خراب زمانہ آنے والا ہو (مسند رزین کی اسی حدیث کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ اس وقت ان لوگوں کی دعا قبول نہ ہوں گی) حلال وحرام اور جائز وناجائز میں تمیز نہ کرنا روح ایمانی کی موت ہے۔(3)

1: معارف الحدیث: ج7ص59/60 2: بخاری وزادرزین 3: معارف الحدیث ض7ص61

الصلاة لا رضاء الخصوم لا تفيد، بل يصيل الله فان لم يعف خصمه اخذ من حسناته جآء انه يؤخذ الدانق ثواب سبعمائة صلاة بالجماعة (1)

ناحق مال کھانے والے سے ایک دانق (جو درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے) کے بدلہ میں اس کی سات سو مقبول نمازیں حق دار کو دی جائیں گی آج انسان مال مال، دولت دولت، شہرت بس دنیا ہی دنیا کے سحر میں گم ہے اس دوڑ میں اس قدر آگے بڑھ چکا ہے کہ پیچھے پلٹ کر دیکھتا ہی نہیں جائز ناجائز کی تمیز کئے بغیر فقط دولت کا حصول اس کا مقصد بن چکا ہے نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ دوسروں کا مال بھی اینٹھ لینا اس کے لئے مسلئہ ہی نہیں جس کو عام الفاظ میں مال غصب کرنا بھی کہتے ہیں ظلم وزیادتی سے کسی کا مال ہڑپ کرنا کوئی معمولی چیز نہیں ہے ساری عبادتیں اس وقت ناکافی ہے جب تک ظلم سے برات نہ ہو جوائنٹ فیملی میں جس کے ہاتھ میں سب کا جمع شدہ مال ہوتا ہے بہت احتیاط سے قدم اٹھائیں مال کہیں خرچ کرنے سے پہلے سوچیں اور مشورہ کریں کہ یہاں مال خرچ کرنا فائدہ مند ہوگا یا بے فائدہ کیونکہ سربراہ امین ہے امانت دار کا مال وہاں لگائے جہاں کے لئے دیا ہے امانت داری ایمان کا حصہ ہے جو شخص اللہ اور آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ کسی کی امانت میں خیانت نہیں کرتا اسے اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ اگر میں نے کسی کا حق دبالیا یا اس کی ادائیگی میں کمی اور کوتاہی کی تو میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے وہ یقیناً اس کا حساب لے گا اور اس دن جب کہ ہر شخص ایک ایک نیکی کا محتاج ہوگا حق تلفی کے عوض میری نیکیاں دوسروں کو تقسیم کر دی جائیں گی پھر میری مفلسی پر وہاں کون رحم کرے گا؟ اس طرح کے تصورات سے اہل ایمان

1: الدر المختار وحاشیہ ابن عابدین 1/438

کا دل کانپ اٹھتا ہے اور پھر خیانت یا حق تلفی کرنے سے باز آجاتا ہے لیکن جس کے دل میں ایمان ہی نہ ہو یا ماحول اور حالات نے ایمان کی روشنی سلب کی ہو تو خیانت کرنے سے ایسے شخص کو کوئی تردد نہیں ہوتا اس لئے رسول ﷺ نے امانت داری کو ایمان کی علامت اور پہچان قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

لا ایمان لمن لا امانت لہ ولا دین لمن لا عھد لہ (1)

ترجمہ: جس میں امانت داری نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس شخص میں معاہدہ کی پابندی نہیں اس میں دین نہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فلیؤد الذی اؤتمن امانتہ ولیتق اللہ ربہ (2)

ترجمہ: تو جو امین بنایا گیا ہے اس کو چاہے کہ اپنی امانت ادا کرلے اور چاہے کہ اپنے پروردگار اللہ سے ڈرے

حضور ﷺ نے فرمایا: کہ زمانہ قیامت جیسے جیسے قریب ہوگا ایمانی قوت کم ہوتی چلی جائے گی اس کے نتیجے میں امانت داری بھی اٹھ جائے گی اور حال یہ ہوگا کہ مسلمانوں کی بڑی بڑی آبادی ہوگی مگر امانت دار پوری آبادی میں ایک آدھ بڑی مشکل سے دستیاب ہوگا اور وہ بھی حقیقت میں آمین ہوگا لوگ مثال کے طور پر کہیں گے کہ فلاں قوم میں ایک امانت دار شخص ہے آدمی کی تعریف ہوگی کی کیسا عقلمند کیسا خوش مزاج اور کیسا بہادر ہے: حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمانداری نہ ہوگی (3)

1: سنن بیہقی 12690 2: البقرۃ:283 3: صحیح البخاری، کتاب الفتن 2086

جوائنٹ فیملی میں سربراہ گھر کے ذمہ کے سب افراد کا حق جو اسکے ذمہ بنتا ہے بیماروں کو علاج کے لئے لے جانا بچیوں کے بالغ ہونے کے بعد انکے نکاح کا بندوست کرنا اور اسی طرح تعلیم کے سلسلے کی ذمہ داری اور گھر کے عورتوں کو مناسب جیب خرچی دینا اور جوان جو بھی فی الحال گھر پر ہی ہو جو کسب معاش کے سلسلے میں گھر سے باہر نہیں گئے ہیں ان کا بھی مناسب خیال رکھنا والدین کا خاص مالی خیال رکھنا وغیرہ ضروری ہے سربراہ کے ذمہ یہ بات لازم ہے کہ ممکن حد تک گھر والوں کو سہولت فراہم کریں، ان کی ضروریات کا خاص خیال رکھیں ذمہ دار نے وسعت کے باوجود اگر رعایا کے حقوق ادا نہ ہوئے تو گویا کہ اس نے خیانت کی جس کا اسے ضرور حساب دینا ہوگا۔

(10) دسواں چیز آپس میں مشاورت:

جوائنٹ فیملی میں سربراہ کو چاہیئے کہ ہر کام مشورہ سے کریں کوئی بھی اہم کام پیش آجائے تو گھر کے ذمہ وقار اور ذی رائے لوگ نظر انداز نہ کریں ان سے مشورہ کریں تاکہ بعد میں کسی کو پشیمانی نہ ہو دین اسلام نے ان سے مشورہ کا حکم دیا ہے انسان کو زندگی میں بیشتر ایسے امور پیش آتے ہیں جن میں وہ تذبذب کا شکار ہوجاتا ہے کرنے اور نہ کرنے دونوں پہلوؤں پر اس کی نظر ہوتی ہے وہ سردست یہ فیصلہ نہیں کرسکتا کہ موجودہ حالات میں اسے کیا کرنا چاہیئے کام کے کس رخ کو اختیار کرنے میں اس کے لئے بھلائی اور ہدایت دی ہے کشمکش کی صورت حال میں شریعت نے ہدایت دی ہے کہ ایسے موقع پر از خود فیصلہ کرنے اور اپنی عقل و دانش پر اعتماد کرنے کے بجائے متعلقہ کام کے ماہرین فن،، ارباب نظر، اور ہمدرد وبہی خواہ افراد سے رائے معلوم کرلی جائے پھر باہمی غور و فکر کے بعد جس جانب دل مائل ہو

اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتے ہوئے اسے اختیار کرلے اس کو مشورہ یا مشاورت سے تعبیر کیا جاتا ہے صالح اور کامیاب اور پرامن زندگی گزارنے کے لئے مشاورتی نظام اپنایا جانا ہے از خد ضروری ہے بلا شبہ مشورہ خیر و برکت عروج و ترقی اور نزول رحمت کا ذریعہ ہے اس میں نقصان و شرمندگی کا کوئی پہلو نہیں مشورہ اسلامی تعلیمات سے اس ایک نہایت مہتم بالشان حکم ہے، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور آپ کے عمل سے ثابت ہے اور اس کے بارے میں کئی احادیث ہیں۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنه قال: ما رایت احدا اکثر مشورۃ لاصحابه من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم (1)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کسی کو اپنے اصحاب سے مشورہ کرتے نہیں دیکھا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ما شقی عبد بمشورۃ وما سعد باستغناء رای (2)

کوئی بھی انسان مشورہ سے کبھی ناکام اور نامراد نہیں ہوتا اور نہ ہی مشورہ ترک کر کے کبھی کوئی بھلائی حاصل کرسکتا ہے اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قران کریم میں "شوریٰ" نام کی ایک سورت ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے ارشاد ربانی ہے:

وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ان اللہ یحب المتوکلین (3)

ترجمہ: اور کاموں میں ان سے مشورہ لیجئے پھر جب آپ پختہ عزم کرلیں تو اللہ پر توکل کیجئے

1: سنن ترمذی 301/1، رقم الحدیث 171/4 2: قرطبی: 4/161 3: آل عمران: 159

بے شک اللہ توکل کرنے والوں کو محبوب رکھتے ہیں۔

خانگی امور میں اور اداروں کے معاملات میں مشورے کرتے رہنا چاہیے جن لوگوں سے مشورہ کیا جائے ان کے ذمہ لازم ہے کہ وہ وہی رائے دیں جسے اپنے دیانت سے فیما بینھم وبین اللہ صحیح سمجھتے ہوں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

ان المستشار مؤتمن (1)

ترجمہ: جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امانت دار ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

المشورۃ حصن من الندامۃ وامن من الملامۃ (2)

مشورہ شرمندگی سے بچاؤ کا قلعہ ہے اور ملامت سے مامون رہنے کا ذریعہ ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ ایک انسان جب اپنی رائے پر عمل کرتے ہوئے کوئی کام کرتا ہے اگر اس میں ناکام ہوجائے تو بہت سی زبانیں لعن طعن کرنے لگتی ہیں ملامت کا ایک سلسلہ چل پڑتا ہے اور پھر بڑی ذلت محسوس ہوتی ہے اللہ تعالیٰ مشورہ کی برکت سے خیر کی راہیں کھول دیتا ہے اور اگر فیصلہ تقدیر کے سبب مشورہ کے تحت کیا ہوا کام بار آور اور نتیجہ خیز نہیں ہوسکا تو بھی اس میں لوگوں کے سامنے شرمندگی اٹھانی نہیں پڑتی اس لئے کہ اس میں صرف اسی کی عقل و فکر شامل نہیں ہے بلکہ مختلف افراد کی رائیں اور عقلیں شامل ہیں ملامت کس کس کو کی جائے اور کرنے والا بھی اپنی اصابت رائے کی ضمانت نہیں دی سکتا اس لئے مشورہ میں دیگر اہم فائدوں کے ساتھ ایک بڑا فائدہ ملامت اور طعن و تشنیع سے نجات بھی بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مشورہ کا حکم دیا ساتھ ہی یہ بھی فرمایا گیا کہ مشورہ کے بعد جس پہلو کو بھی اختیار کیا جائے اس کے بارے میں اللہ پر توکل اور اعتماد رکھنا چاہیے کیونکہ مشورہ کا تعلق تدبیر سے ہے اور

1: ترمذی ابواب الزھد وابن ماجہ کتاب الادب 2: ادب الدینا والدین 1 / 277 ابوالحسن الماوردی

تدبیر پر تقدیر ہمیشہ غالب آتی ہے اصحاب عقل اور ارباب نظر ماہرین فن کی رائے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ درست اور مثمر و منتج بھی ہو سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں اس لئے ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ مشورہ لینے کے بعد اس پر عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین اور اعتماد رکھے۔

گھریلو اخراجات کے مسائل کا حل:

اکثر خاندانوں اور فیملیوں میں جو جھگڑے ہوتے ہیں وہ گھریلو اخراجات کے مسائل کی وجہ سے ہوتے ہیں اس کے بارے میں شرعی ہدایت سیکھ لیں اور اس کو عمل میں لائیں تو یہ جھگڑے نہیں ہونگے جیسے اگر ایک گھر میں دو بھائی فیملی کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ خرچہ تقسیم کرنا چاہتے ہوں انصاف کے ساتھ تو اس کی صورت کیا ہوگی؟ اس کے لئے سب سے پہلے یہ بات ذہن میں رکھی جائے کہ جب دو بھائی ساتھ رہ رہے ہیں تو انہیں چاہیئے کہ وہ سمجھ اور حکمت سے کام لیتے ہوئے آپس میں اتفاق اور محبت قائم کرے اور یہ سوچیں کہ اگر وہ خرچ زیادہ بھی کر رہا ہے تو یہ ایک طرح سے صلہ رحمی میں آجاتا ہے اور آپ ﷺ نے صلہ رحمی کی بہت فضیلت ذکر کی ہے سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کو یہ بات پسند ہے کہ اس کی روزی میں فراخی اور اس کی عمر میں تاخیر (یعنی اضافہ) کیا جائے تو اسے چاہیئے کہ صلہ رحمی کرے۔(1)

مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ صلہ رحمی یعنی رشتہ داروں کے ساتھ احسان وسلوک کا معاملہ کرنے والوں کے لئے عمر میں کشادگی اور رزق میں فراخی کی خوشخبری دی گئی ہے لہذا ان تمام باتوں کے بعد اب اگر اصل مسئلے کی طرف دیکھیں کہ اگر کوئی اتفاق کی رائے قائم

1: صحیح بخاری: 3/ 944

نہیں ہوتی تو پھر یہ کرلیا جائے کہ دونوں بھائی اپنی ماہانہ آمدنی سے گھر کے کل خرچے میں آدھی آدھی رقم بانٹ لیں جس میں بل کی ادائیگی اور ماہانہ ضروری اخراجات کا خرچ ادا کیا جائے باقی ضرورت سے زائد خرچ سب اپنی اپنی استطاعت کے مطابق کرلیں یا اس کے علاوہ یہ ہوسکتا ہے کہ گھر کا خرچہ متعین کرلے کہ اتنا خرچہ ہمیں کرنا ہے پھر اس خرچے میں آدھا آدھا دونوں بھائی دے دیں اس کے بعد جو زائد خرچ کرے وہ اپنی طرف سے کرے گھر کے مجموعی رقم سے نہ کرے مثلاً گھر کا خرچہ ساٹھ ہزار ہے اور اب دونوں بھائیوں نے تیس ہزار دے دیئے اب اگر یہ رقم مکمل خرچ ہوجائے تو اس کے بعد جس کی ضرورت ہے وہ خود خرچ کرے گا دوسرے بھائی سے مطالبہ نہیں کیا جائے گا کہ تم مزید رقم دو اس طرح انصاف قائم رہے گا ایک تجویز یہ ہے کہ دونوں بھائیوں میں سے جس بھائی کی فیملی بڑی ہے وہ زیادہ خرچہ دے جیسے اگر گھر کا خرچہ ساٹھ ہزار ہے تو بڑے فیملی والا بھائی چالیس ہزار دے اور بیس ہزار دوسرے بھائی دے اس طرح سے کوئی ممکن رائے نکال لی جائے ویسے جس ترتیب کا ذکر کیا گیا ہے وہ درست ہے بڑا بھائی ہوں یا سربراہ والد ہو ان کو چاہے کہ باہمی اتفاق سے گھر چلائے اگر کوئی راہ اختیار نہ کی جاسکے تو پھر معاملات الگ الگ کر لیئے جائیں تاکہ رشتے باقی رہیں کیونکہ رشتہ ناطہ کو توڑنا اور رشتہ داری کا پاس لحاظ نہ کرنا اللہ کے نزدیک حد درجہ مبغوض ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میدان محشر میں رحم (جو رشتہ داری کی بنیاد ہے) عرش خداوندی پکڑ کر یہ کہے گا کہ جس نے مجھے (دنیا میں) جوڑے رکھا آج اللہ تعالیٰ بھی اسے جوڑے گا (یعنی اس کے ساتھ انعام وکرم کا معاملہ ہوگا) اور جس نے مجھے (دنیا میں) کاٹا آج اللہ تعالیٰ بھی اسے کاٹ کر رکھ دے گا (یعنی اس کا عذاب ہوگا)۔(1)

مشترکہ کمائی اور اخرجات کے فقہی احکام

(1) اگر چند بھائی مشترکہ رہتے ہوں اور سب کا کھانا پینا علاج اور دیگر ضروریات مشترک ہوں تو ان سب کو چاہیئے کہ سب کے ذمہ خرچہ تقسیم کیا جائے تقسیم کے بعد اگر ایک بھائی اپنی تنخواہ سے مکان یا پلاٹ وغیرہ خرید لیتا ہے اور دوسرے طرف سے اپنا مقررہ حصہ بھی مشترک خرچہ میں جمع کرتا ہے تو اس صورت میں اس کے بھائی اس سے پلاٹ یا مکان میں شرکت کا مطالبہ نہیں کر سکتے اگر تمام بھائی ایک ساتھ رہتے ہوں کوئی کماتا ہے کوئی گھر کا ذمہ دار ہے ایسی صورت میں اگر ایک بھائی پیسہ کما کر ذمہ دار بھائی یا باپ کو دیدے پھر وہ اس سے کوئی زمین وغیرہ خریدے تو تمام لوگ اس میں شریک ہوں گے لیکن اگر ایک بھائی اپنی کمائی سے (گھر کے ذمہ دار کو دئے بغیر) کچھ خود خریدے یا یہ کہ اس پیسہ سے اپنے لئے زمین وغیرہ خریدے تو تنہا وہ اس کا مالک ہوگا اور دوسرے بھائی اس میں شریک نہیں ہوں گے اگر چہ ان کا کھانا پینا اور خرچ وغیرہ ایک ساتھ ہوں۔

1: صحیح بخاری: 59،89، مسلم: 288

(و کذا لو اجتمع اخوۃ یعلمون ترکہ ابیھم ونما المال فھو بینھم سویۃ ولو اختلفوا فی العمل والرای) (1)

(واذا عمل رجل فی صنعۃ ھو ابنہ الذی فی عیالہ فجمیع الکسب لذلك الرجل وولدہ یعد معینا لہ) (2)

(فیہ قید ان احترازیان کما تشعر عبارۃ المتن الاول ان یکون الابن فی عیال الاب الثانی ان یعملا فی صنعۃ واحدۃ اذا لو کان لکل منھما صنعۃ یعمل فیھا وحدہ فربحہ لہ) (3)

(2) والد صاحب اگر اپنی زندگی میں ملکیت تقسیم کرنا چاہیں تو جو چیزیں خاص ان کی ملکیت ہیں ان ہی کو تقسیم کر سکتے ہیں جو آمدنی یا جائیداد اولاد نے اپنی محنت سے بنائی ہے اور اسے اپنی ملکیت میں رکھی ہے اور وہ اولاد کی ملکیت ہے والد اسے جبراً لے کر تقسیم نہیں کر سکتے۔

لا یجوز لاحد ان یتصرف فی ملك غیرہ بلا اذنہ او وکالۃ منہ او ولایۃ علیہ وان فعل کان ضامنا (4)

(3) والد صاحب کے انتقال کی صورت میں جو کچھ ترکہ ان کی ملکیت میں ہوگا وہ حسب حکم شرعی تمام ورثہ میں تقسیم ہوگا جن بھائیوں نے اپنی پوری کمائی مشترکہ اخراجات میں خرچ کر دی اور اپنے لئے کوئی جمع پونجی نہیں رکھی یہ ان کا ذاتی عمل ہے حسن نیت سے خرچ کا ان کو ثواب ملے گا۔

1: ردالمختار: 4/2 325: درواحکام علی شرح مجلۃ الاحکام 3: شرح المجلۃ لسلیم رستم باز 2/741: 1398 4: شرح المجلۃ ج1 ص61

فی الفتاوی الخیریة : سئل فی ابن کبیر ذی زوجة وعیال له کسب مستقل حصل بسببه اموالا ومات هل هی لوالده خاصة ام تقسیم بین ورثته ؟ اجاب : هی للابن ،تقسم بین ورثته علی فرائض الله تعالیٰ حیث کان له کسب مستقل بنفسه واما قول علمائنا اب وابن یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما شئی ثم اجتمع لهما مال یکون کله للاب اذا کان الابن فی عیاله : فهو مشروط کما یعلم من عباراتهم بشروط : مهنا (1) اتحاد الصنعهة (2) وعدم مال سابق لهما (3) و کون الابن فی عیاله ابیه فاذا عدم واحدة منها لا یکون کسب الابن لاب ،وانظر الی ما عللوا به المسالة من قولهم : لان الابن اذا کان فی عیاله الاب یکون معینا له فیما یصنع ،فمدارا الحکم علی ثبوت کونه معینا له فیه فاعلم ذلک ...... واجاب ایضا عن سؤال آخر بقوله : ان ثبت کون ابنه واخویه عائلة علیه ،وامرهم فی جمیع ما یفعلونه الیه ،وهم معینون له فالمال کله له والقول قوله فیما لدیه بیمینه ولیتق الله فالجزاء امامه وبین یدیه وان لم یکونوا لهذا لوصف بل کان کل مستقلا بنفسه واشترکوا فی الاعمال فهو بین الاربعة سویهة بلا اشکال وان کان ابنه فقط هو المعین والاخوة الثلاثة بانفسهم مستقلین فهو بینهم اثلاثا بیقین والحکم دائر مع علته باجماع اهل الدین الحاملین لحکمته (1)

1: تنقیح الفتاوی الحامدیه 4/260

والد صاحب کی وفات کے بعد تقسیم ترکہ سے پہلے ذاتی طور پر کسی وارث کا تصرف کرنا درست نہیں اگر کوئی وارث والد صاحب کے متروکہ کاروبار کو تقسیم سے پہلے آگے بڑھاتا ہے اور اس میں محنت کر کے ترقی دیتا ہے تو منافع کام کرنے والے کو ملیں گے لیکن تمام ورثہ کی اجازت سے ہو تو نفع پاکیزہ ہوگا ورنہ نہیں۔

وذکر محمد فی شروط : (الاصل) فی الدار اذا کانت مشترکة واحد الشریکین غائب فاراد الحاضر ان یسکنها انسان او یؤاجرها انسانا، قال فیما بینه وبین الله تعالیٰ فلا ینبغی له ذلک لانه: یتصرف فی نصیبه ونصیب شریکه والتصرف فی ملک الغیر حرام حقا الله تعالیٰ وحقا لصاحب الملک ،وفی القضاء لا یمنع من ذلک لان الانسان لا یمتنع التصرف فیما بیده اذا لم ینازعه احد فان اجر واخذ الاجر ینظر الی حقهة نصیب شریکه من الاجر ،ویرد ذلک علیه ان قدر ،والا یتصدق لانه ممکن فیه خبث لحق شریکه وکان کالغاصب اذا اجر وقبض الاجر یتصدق او یرده علی المغصوب منه اما ما یخص نصیبه یطیب له لانه لا خبث فیه هذا اذا اسکن غیره وفی الاستحسان : له ذلک لان له ان یسکن الدار من غیر اذی صاحبه حال حضرة صاحبه لان یتعذر الاستئذان فی کل مرة ،وعلی هذا امر الدور فیما بین الناس ،فکان له ان یسکن حال غیبته فاما لیس له اسکان غیره حال حضرة صاحبه بغیر اذنه فکذا حال غیبته ،والی هذا المعنی اشار محمد ﷺ فی الکتاب

فقال هكذا عامة الدور (1)

لا يجوز لاحد ان يتصرف فى ملك غيره بلا اذنه او وكالة منه : اوولاية عليه وان فعل كان ضامنا (2)

(5) اگر والد صاحب حیات ہیں تو غیر شادی شدہ اولاد کی شادی بیاہ کی ذمہ داری ان ہی پر ہے ہاں اگر شادی شدہ بھائی بخوشی غیر شادی شدہ بھائی کی شادی کے اخراجات برداشت کرتے ہیں اور خرچہ آپس میں بخوشی تقسیم کر لیتے ہیں تو ایسا کر سکتے ہیں یہ ان کی طرف سے تبرع ہے۔

عن ابن عمر رضى الله عنه ان رسول صلى الله عليه وسلم قال : المسلم اخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه من كان فى حاجة اخيه كان الله فى حاجته ومن فرج عن مسلم كربة فرج الله عذر عند بها كربة من كرب يوم القيامة ومن ستر مسلما ستره الله يوم القيامة (3)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اس پر کوئی ظلم وزیادتی نہ کرے (اور جب وہ اس کی مدد واعانت کا محتاج ہو تو اس کی مدد کرے) اور اس کو بے مدد کے نہ چھوڑے اور جو کوئی شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے حق تعالیٰ شانہ قیامت کی بڑی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو دور کرے گا اور جو کسی مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن اس کی عیوب پر پردہ ڈالے گا (4)

1: المحيط البرهانی ج10 ص217 2: شرح المجلہ ج1 ص61 مادة:396 3: الترغيب والترهيب 1/2289 4: بخاری، مسلم، ابوداود

جب عام لوگوں کی مدد واعانت پر اجر وثواب ہے تو پھر اپنی حقیقی بھائی کی مدد کرنا جبکہ وہ تنگدست ہو اس پر کتنا اجر ہوگا ایک اس پر خرچ کرنے کا ثواب دوسرا رشتہ داری کا ثواب، بھائیوں کو چاہیے کہ اس ثواب کو حاصل کرنے کے لئے غیر شادی شدہ بھائی کی شادی کے خرچے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے۔

(6) گھریلو اخراجات میں جو کوئی بھی قرض لے وہ اس پر ضرور گواہ بنا لے یا اسٹامپ پیپر لکھ لے اگر کوئی بھائی دعوی کرے کہ ہم نے گھریلوں اخراجات کے لئے قرض لیا تھا اور دوسرے بھائی تسلیم نہ کریں تو اس مدعی بھائی کے ذمہ گواہ پیش کرنا ہوگا اس کے بغیر قرض کا دعوی ثابت نہ ہوگا۔

عن انس ابن عباس رضى الله عنه ان النبى صلى الله عليه وسلم قال لو يعطى الناس بدعواهم لادعى ناس دمائى رجال واموالهم ولكن اليمين على المدعى عليه (1)

حضرت انس ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر لوگوں کو محض دعوی کی وجہ سے دے دیا جائے کریں تو کتنے ہی لوگ خون اور مال کا دعوی کر ڈالیں گے اور لیکن مدعی کے ذمہ گواہ پیش کرنا ہے اور منکر (مدعیٰ علیہ پر قسم) اور جھوٹی گواہی سے بچنا چاہیے اس کا وبال سخت ہے۔

1: مسلم: رقم الحدیث: 6670

عن عبد الرحمن بن ابی بکر عن ابیه : ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال : الا اخبرکم باکبر الکبائر ؟ قالو بلیٰ یا رسول الله : قال الاشراك بالله وعقوق الوالدین ،وشهادة الزور او قول الزور فما زال رسول الله صلی الله علیه وسلم بقولهما حتی قلنا لیته سکت قال ابو عیسی :هذا حسن صحیح (1)

ترجمہ:عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں بڑے بڑے (کبیرہ) گناہوں کے بارے میں نہ بتاؤں ؟ صحابہ نے عرض کیا! کیوں نہیں: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، جھوٹی گواہی دینا، یا جھوٹ بولنا،عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ آخری بات کو برابر دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم لوگوں نے دل میں کہا کاش! آپ خاموش ہوجاتے۔

عن ایمن بن خریم ان النبی صلی الله علیه وسلم قام خطیباً فقال: یا ایها الناس ،عدالة شهادة الزور اشراکا بالله ثم قراء رسول الله صلی الله علیه وسلم فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور (2)

ترجمہ: ایمن بن خریمؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا: لوگو! جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر ہے۔

1: جامع الترمذی رقم الحدیث:2298 2: جامع الترمذی: رقم الحدیث:2299

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔

فاجتنبو الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور (1)

توبتوں کی گندگی سے بچتے رہو (ان کی پرستش نہ کرو) اور جھوٹ بولنے سے بچے رہو۔ (الحج30)

(7) اگر دو بھائی مشترکہ خاندانی نظام میں رہتے ہوئے گھریلوں اور باقی معاملات زندگی کے اخراجات مشترکہ چلاتے رہے ہوں اور اس دوران ایک مکان تعمیر کیا جائے جس پر دونوں نے خرچ کیا ہو مگر مکان کسی بھی ایک بھائی کے نام ہو تو دوسرا بھائی اس مکان میں 50 فیصد کا مطالبہ کرسکتا ہے کیونکہ یہ انکا حق ہے دوسرے بھائی کو ظلم نہ کرنا چاہئے کہ بھائی کے حصہ کو قبضہ کرلے انکو محروم کرلے۔

یا ایها الذین آمنوا لا تأکلو اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارة عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم ان الله کان بکم رحیما (2)

عن ابی حرة الرقاشی عن عمه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: لا یحل مال رجل مسلم لاخیه الا ما اعطاه بطیب نفسه لفظ حدیث التیمی وفی روایة الرقاشی : لا یحل مال امری ،یعنی الا بطیب من نفسه (3)

1: سورۃ الحج: آیت:30 2: النساء:29 3: السنن الکبریٰ للبیھقی 8/316

باپ اور بیٹوں کے مابین مشترکہ کاروبار کے بنیادی اصول جو کہ چار باتوں پر مشتمل ہے

(1) بیٹا باپ کے عیال میں رہتے ہوئے باپ کے ساتھ کاروبار میں محنت کرتا ہے اور کوئی معاہدہ طے نہیں ہوتا ہے تو ایسی صورت میں ساری کمائی اور سارا سرمایہ باپ کی ملکیت میں شمار ہوگا اور بیٹے کو باپ کا معاون قرار دیا جائے گا۔

الاب وابنه یکسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما شئ فالکسب کله للاب ان کان الابن فی عیاله لکونه معینا له (1)

بیٹا باپ کی فیملی اور عیال میں نہیں رہتا ہے بلکہ اس کا رہن سہن سب کچھ الگ ہے پھر باپ کے ساتھ کاروبار میں شریک ہو کر محنت کرتا ہے اور کوئی معاہدہ طے نہیں ہوتا ہے تو ایسی صورت میں سارا کاروبار اور سرمایہ باپ کی ملکیت میں شامل ہوگا اور بیٹے نے اگر اپنی محنت کے معارضہ کا دعوی نہیں کیا ہے تو اسے الگ سے کچھ نہیں ملے گا بلکہ اس کی طرف سے محنت کا تبرع سمجھا جائے گا اور بیٹے کو باپ کا معاون قرار دے کر سارا سرمایہ باپ کی ملکیت اس کے لیے قرار دیا جائے گا اور دو قیدیں اور دو شرطیں ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

(1) بیٹا باپ کی عیال اور فیملی میں ہو اور باپ سے الگ نہ رہتا ہو۔

(2) دونوں ایک ہی کاروبار میں شریک ہوں، دونوں کا کاروبار الگ الگ نہ ہو لہذا اگر بیٹا باپ سے بالکل الگ رہتا ہو پھر باپ کے ساتھ کاروبار میں محنت کرتا ہو تو بیٹا من وجہ اجنبی کے درجہ میں ہے اور من وجہ اجنبی بھی نہیں ہے اس لئے اگر معاملہ طے نہیں ہوا ہے اور بیٹے نے کسی چیز کا مطالبہ بھی نہیں کیا ہے تو من وجہ اجنبی نہ ہونے کی وجہ سے بیٹے کی طرف سے محنت کا تبرع سمجھا جائے گا اور اگر بیٹے نے اپنی محنت کا مطالبہ کیا ہے تو من وجہ اجنبی کے

1: شامی زکریا 6/502

درجہ میں ہونے کی وجہ سے اس کو اجرت مثل ملے گی۔

واذا عمل رجل فی صنعة هو وابنه الذی فی عیاله فجمیع الکسب لذلك الرجل، وولده یعد معینا له: فیه قیدان احترازیان کما شعر عبارة المتن الاول، ان یکون الابن فی عیاله الاب الثانی ان یعملا معافی صنعة واحدة اذ لو کان لکل منهما صنعة یعمل فیها وحده فربحه له (1)

(3) بیٹا باپ کی فیملی رہتے ہوئے باپ کے ساتھ محنت کرتا ہے اور الگ سے کچھ سرمایہ اپنی طرف سے لگا دیتا ہے تو اگر اس نے سرمایہ شرکت کے معاہدہ کے ساتھ لگا دیا ہے تو اس کو اس معاہدہ کے مطابق کاروبار اور سرمایہ کے تناسب سے الگ سے منافع ملے گا اس لئے کہ اس نے جب اپنی طرف سے الگ سرمایہ لگا دیا ہے اور باپ سے باضابطہ طور پر معاہدہ بھی کر لیا ہے تو من وجہ اجنبی کے حکم میں ہوگا لہذا طے شدہ معاملے کے مطابق شریک سمجھا جائے گا اور طے شدہ منافع دیا جائے گا۔ اور اگر کاروبار کا کوئی معاہدہ نہیں ہے اور یوں ہی لگا دیا ہے تو ایسی صورت میں بیٹے کی طرف سے سرمایہ کا سہارا لگانا تبرع سمجھا جائے گا اس کو اتنا ہی مال ملے گا جتنا اس نے لگایا ہے منافع میں اس کا الگ سے کوئی حصہ نہیں ہوگا اس لئے کہ بیٹے نے باپ کی عیال اور فیملی میں رہ کر ہی سرمایہ لگا کر محنت کی ہے اور کسی قسم کا معاہدہ بھی نہیں کیا۔

1: شرح المجلة تسلیم رستم باز 6/741 رقم المادة: 398

اعلم انهما اذا شرطا العمل عليهما ان تساويا مالا وتفاوتا ربحا جاز عند علمائنا الثلاثة خلافا لزفر ،والربح بينهما على ما شرطا ، وان عمل احدهما فقط وان شرطا على احدهما فان شرطا الربح بينهما بقدر مالهما جاز (1)

الاب وابنه يكتسبان فى ضنعهة واحدة ولم يكن لهما فالكسب كله للاب ان كان الابن فى عياله معينا له الا ترى لو غرس شجرة تكون للاب (2)

(4)بیٹا باپ کی فیملی سے الگ رہتا ہے اور باضابطہ طور پر باپ کے ساتھ معاملہ طے کر کے شریک ہوتا ہے تو طے شدہ معاملہ کے مطابق بیٹا کاروبار اور منافع میں شریک ہوگا اور اسی تناسب سے اس کو حصہ ملتا ہے اس لئے اس صورت میں بیٹا معاملہ اور لین دین میں ایک اجنبی کے درجہ میں ہو چکا ہے صرف باب کا معاون ثابت نہیں ہوگا کیونکہ باپ کا معاون قرار دینے کے لئے باپ کی عیال اور فیملی میں ہونا شرط ہے اور وہ شرط یہاں نہیں پائی جاتی۔

اما الاول: وهو الشركة بالاموال ،فهو ان يشترك اثنان فى راس مال فيقولون : اشتركنا فيه على ان نشترى ونبيع معا او شتى او اطلقا على ان ما رزق الله عز وجل من ربح فهو بيننا على شرط كذا او يقول احدهما ذلك ويقول الاخر نعم (3)

1:شامی6/484زکریا 2:شامی6/502زکریا 3:بدائع الصنائع5/73زکریا

(8)بیٹا اگر باپ کی عیال اور فیملی میں رہتے ہوئے باب کی پونجی اور سرمایہ سے جو کاروبار شروع کرتا ہے اس کی دو حیثیتیں ہوتی ہے

(1)باپ بیٹے کو کاروبار کے لئے جو پونجی اور سرمایہ دیتا ہے وہ اس کو بطور ہبہ دیتا ہے تو ایسی صورت میں راس المال اور منافع کا مالک وہی بیٹا ہوگا اس سے کسی دوسرے کا حق متعلق نہیں ہوگا۔

(2)دوسری حثیت یہ ہوتی ہے کہ باپ نے جو سرمایہ اور پونجی بیٹے کو کاروبار کے لئے دیا ہے وہ بطور ہبہ نہیں دیا ہے بلکہ کاروبار کو بڑھانے اور محنت کرنے کے لئے دیا ہے اور باپ ہی کا ارادہ یہی ہے کہ تنہا وہ بیٹا اس سرمایہ اور منافع کا مالک نہیں ہوگا اور باپ ہی اس کا مالک رہے گا اور باپ کے بعد سب بیٹے برابر کے شریک ہوجائیں گے تو ایسی صورت میں سارے کاروبار کا مالک شرعی طور پر باپ ہی ہوگا بیٹا کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا اور بیٹے کو باپ کا معین اور مددگار سمجھا جائے گا اور باپ کے مرنے کے بعد راس المال اور منافع سب میراث بن کر ورثاء کے درمیان حق شرعی کے اعتبار سے تقسیم ہوں گے۔

(9)باپ کی تقسیم کے بعد اولاد کا مشترکہ کاروبار:

اگر ایک باپ کی چند اولاد اپنی رضامندی سے ساتھ رہنا چاہیں اور قیام وطعام اور مال، اور اراضی تجارت میں سب کے سب بخوشی اشتراک کے خواہشمند ہوں تو یہ جائز اور درست ہے البتہ تمام اموال اور نفع ونقصان میں سب برابر شریک ہوں گے اگر ان بھائیوں میں کوئی نابالغ ہو تو بالغ بھائیوں پر ضروری ہے کہ سب مل کر اس کی شادی بیاہ وغیرہ کا انتظام کریں ،کیونکہ باپ اور دادا کی عدم موجودگی میں بالغ اولاد ولی نکاح ہوتی ہے۔

وکذا لو اجتمع اخوۃ یعملون فی ترکۃ ابیھم وانما المال فھو بینھم سویۃ ولو اختلفوا فی العمل والرای (1)

(10) جب چند بھائیوں کی مشترکہ محنت اور مشترکہ کمائی ہے اور سب کی کمائی کی رقم مشترکہ اور مخلوط طور پر ایک جگہ جمع ہوتی ہے اور اسی رقم سے دیگر جائیداد وغیرہ خریدی گئی ہے تو ایسی صورت میں سارے بھائی سارے کاروبار اور ایک ایک پیسے میں برابر کے شریک اور برابر کے حقدار ہوں گے اگر اختلاف کی وجہ سے علیحدگی کی نوبت آ گئی تو ہر ایک کی ذمہ داری ہے کہ اپنے اپنے سرمایہ سے متعلق ایمانداری کے طور پر حساب پیش کریں اور اس کے بعد سب چیزیں برابر حصوں میں تقسیم کرکے ہر ایک کو الگ الگ حصہ دیے دیں مثلاً اگر بھائی چھ حصوں میں تقسیم کرکے ہر ایک کو الگ الگ حصہ دیدیا جائے ان میں سے جو حساب پیش نہیں کریں گا ان پر حساب پیش کرنا واجب ہے ورنہ وہ گنہگار رہوگا۔

ان کل واحد من الشریکین کانہ اجنبی فی نصیب صاحبہ لا یجوز التصرف فیہ بغیر اذنہ (2)

مشترکہ فیملی میں قربانی کا مسئلہ:

ماں باپ کے لئے اولاد کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں ہے مثلاً کسی کی اولاد میں دس افراد ہیں اور سب ایک ساتھ رہتے ہیں باپ کی زندگی میں صرف باپ کی قربانی واجب ہوگی یعنی اپنے نام سے قربانی کرے گا اولاد کے نام سے نہیں اگر اولاد بالغ ہیں اور سب مالدار ہیں صاحب نصاب ہیں تو اس صورت میں ہر ایک پر ضروری ہوگا کہ اپنے حصہ کی قربانی کرلے گا اور اگر باپ اولاد کی طرف سے اولاد کی اجازت سے ان کی طرف سے

1: شامی 6/502، زکریا 4/325 کراچی 2: بدائع الصنائع 6/25 کتاب الشرکۃ کراچی

قربانی کرے گا تو ان کی قربانی بھی ادا ہوجائیگی اور والد کو ثواب ملے گا البتہ اگر باپ نہیں کرے گا تو ہر ایک پر لازم ہوگا کہ اپنے حصہ کی قربانی کرے ورنہ سب گنہگار رہوں گے اگر اولاد نابالغ ہے تو ان پر قربانی واجب نہیں بیوی کی طرف سے قربانی کرنا شوہر پر لازم نہیں البتہ شوہر بیوی کی اجازات سے اس کی قربانی کرسکتا ہے۔

ولیس علی الرجل ان یضحی عن اولادہ الکبار وامراتہ الا باذنہ (1) ولو ضحی بدنۃ عنہ نفسہ وعن اولادہ فان کانوا صغار اجزاہ واجزاھم وان کانوا کبارا فان فعل ذلك بامرھم فکذلك وان کان بغیر امرھم لم یجز علی قولھم (2)

جوائنٹ فیملی میں پردہ شرعی:

پردہ سے متعلق اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

قل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او ابائھن او اباء بعولتھن او ابنائھن او ابناء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن او بنی اخواتھن او نسائھن او ما ملکت ایمانھن او التابعین غیر اولی الاربۃ من الرجال او الطفل الذین لم یظھروا علی عورات النساء ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن وتوبوا الی اللہ جمیعا ایھا المؤمنون لعلکم تفلحون (3)

1: ھندیہ ج5 ص293 رشیدیہ 2: بدائع الصنائع 5/67 سعید فصل اما کیفیۃ الوجود 3: النور: 31

ترجمہ: کہ دیجیئے مومن عورتوں سے نیچی رکھیں اپنی نظریں اور محفوظ رکھیں اپنی شرمگاہیں اور ظاہر نہ کرے اپنی زیبائش مگر جو کھلی رہتی ہے اس میں سے اور چاہیے کہ ڈالتی رہیں اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر اور ظاہر نہ کریں اپنی زیبائش مگر اپنے شوہروں کے لئے یا اپنے والدین کے لئے یا اپنے سسر کے لئے یا اپنے بیٹوں کے لئے یا اپنے شوہر کے بیٹوں کے لئے یا اپنے بھائیوں کے لئے یا اپنے بھتیجوں کے لئے یا اپنے بھانجوں کے لئے یا اپنی عورتوں پر یا اپنی مملوکہ باندیوں کے لئے یا ایسے مردوں کے لئے جو طوفیلی بن کر رہتے ہیں جنہیں کوئی حاجت نہیں یا ایسے لڑکوں پر جو ابھی عورتوں کی پردہ کی باتوں سے واقف نہیں ہوئے اور مومن عورتیں زور سے اپنے پاؤں کو نہ مارے تا کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہوجائے اور اے مومنو! تم سب اللہ کے حضور میں توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

عورتوں کے پردے کا بیان تقریبا سات آیات مبارکہ میں اور ستر سے زیادہ احادیث مبارکہ میں آیا ہے جن میں قولا اور فعلا پردے کے احکام بتائے گئے ہیں اتنی کثرت سے پردے کے بارے میں احادیث کا وارد ہونا اس کی اہمیت پر واضح دلیل ہے پھر صحابیات رضی اللہ عنھن بے پردہ رہنا گوارہ نہ کرتی تھی۔

ایک بار حضور ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے آپس میں بات چیت کے دوران نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ بتاؤ عورتوں کے لئے کیا چیز بہتر ہے؟ تو جوابا مختلف باتیں ہوتی رہی کہ اچانک کسی کام سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گھر جانا پڑ گیا تو انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھ لیا کہ دربار نبوت میں یہ بات پوچھی جا رہی ہے کہ عورت کے لئے کیا بہتر ہے؟ اگر آپ کچھ بتا سکتی ہیں تو بتائیں! بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

عورتوں کے لئے بہتر ہے کہ نہ تو وہ کسی نامحرم کو دیکھیں اور نہ ان کو کوئی نامحرم دیکھیں سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات دربار میں پہنچادی جب نبی کریم ﷺ نے یہ بات سنی تو فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تو میرے جگر کا ٹکڑا ہیں یعنی نبی کریم ﷺ کو اس بات سے خوشی ہوئی (1)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتی ہے کہ ہم رسول ﷺ کے ساتھ سفر حج میں حالت احرام میں تھیں جب ہمارے پاس سے کوئی سوار گزرتا ہے تو اپنی چادروں کو اپنے سروں سے لٹکا کر چہرے کے سامنے کرلیتیں اور جب لوگ گزرجاتے تو ہم چہرے کھول لیتیں (2)

ام المومنین سیدنا ام سلمہ رضی اللہ عنہما روایت کرتی ہیں کہ جب قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی

یدنین علیھن من جلا بیبھن

ترجمہ: اپنی چادر کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں

تو انصار کی خواتین اپنے گھروں سے نکلتے وقت سیاہ چادر سے خود کو چھپا کر نکلتیں ان کو دیکھ کر دور سے لگتا تھا کہ گویا سروں پر کوے بیٹھے ہیں (3)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب یہ آیت مبارکہ

ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن

ترجمہ: اور ڈوپٹے اپنے گریبان پر ڈالے رہیں

1: ابونعیم فی الحلیۃ: 2/4140 2: ابوداود رقم الحدیث: 1833 3: صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4101

نازل ہوئی تو عورتوں نے اپنی تہبند کی چادروں کو کنارے سے پارہ پارہ کیا اور ان سے چہرے ڈھانپے۔(1)

ایک مرتبہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ان کے بھائی حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں انہوں نے باریک ڈوپٹہ اڑھا ہوا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس ڈوپٹے کو پھاڑ دیا اور انہیں موٹا ڈوپٹا اوڑھا دیا۔(2)

حضرت ام خداد رضی اللہ عنہا کا بیٹا جنگ میں شہید ہو گیا آپ رضی اللہ عنہا ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے نقاب ڈالے با پردہ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئیں اس پر کسی نے حیرت سے کہا اس وقت بھی آپ نے نقاب ڈال رکھا ہے کہنی لگی: میں نے بیٹا ضرور کھویا ہے حیا نہیں کھوئی۔(3)

معلوم ہوا کہ پردہ شریعت میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے پردے سے متعلق قرآن وحدیث میں تفصیل سے احکام بیان فرمائے گئے ہیں چنانچہ پردہ سے متعلق سب سے پہلی آیت سب 5 ہجری میں نازل ہوئی جس میں غیر محرم عورت کی طرف نیت سے دیکھنا تحریما اور بغیر کسی نیت کے دیکھنا اکراھا داخل ہے اور احادیث میں بھی اس موضوع سے متعلق تفصیلی احکام موجود ہے کہ اگر بلا ارادہ اچانک کسی نامحرم پر نظر پڑھ جائے تو اپنی نظر کو پھرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ پہلی نظر جو بلا ارادہ اچانک پڑھ جائے وہ تو غیر اختیاری ہونے کے سبب معاف ہے ورنہ بالقصد نظر بھی معاف نہیں ہے۔

1: صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4759 2: موطا امام مالک: 1739 3: سنن ابوداود: رقم الحدیث: 6488

عن بریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی: یا علی لا تتبع النظرۃ النظرۃ فان لک الاولیٰ ولست لک الآخرۃ (1)

حضرت بریرۃ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ علی! نظر پڑ جانے کے بعد پھر نظر نہ ڈالو (یعنی اگر کسی عورت پر نگہبانی نظر پڑ جائے تو پھر اس کے بعد دوبارہ اس کی طرف نہ دیکھو) کیونکہ تمہارے لئے پہلی نظر تو جائز ہے (جب کہ اس میں قصد وارادہ کو داخل نہ ہو) مگر دوسری نظر جائز نہیں ہے اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ اگر کبھی نگہبانی کسی اجنبی پر نظر پڑ بھی جائے تو آدمی کو اپنی نظریں جمائے رکھنا جائز نہیں بلکہ فورا اپنی نگاہوں کو پھیر لینا چاہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: النظرۃ سھم من سھام ابلیس مسمومۃ فمن ترکھا من خوف اللہ اثابہ جل وعز ایمانا یجد حلاوتہ فی قلبہ (2)

ترجمہ: پس جو شخص بدنظری کو اللہ تعالیٰ کے خوف سے چھوڑے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں ایمان کی ایسی کیفیت عطا فرماتے ہیں جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم زنا العین النظر وزنا الیدن البطشین وزنا الرجل المشی (3)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آنکھ کی زنا دیکھنا ہے اور ہاتھ کی زنا پکڑنا ہے اور پاؤں کی زنا چلنا ہے حدیث شریف میں بیوی کے علاوہ کسی اجنبی عورت کو شہوت سے دیکھنے، چھونے، بوسہ دینے اور بات کرنے وغیرہ کو مجازاً زنا کہا گیا ہے کیونکہ یہ افعال زنا کے اسباب اور زنا کے

1: ترمذی: رقم الحدیث: 2777، المستدرک علی الصحیحین للحاکم 4/349 2: ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ 3: مسند البزار: 7611

دواعی (زنا کی طرف لے جانا والے) ہیں

عن ابی موسی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : کل عن زانیة والمراۃ اذا استعطرت فمرت بالمجلس فھی کذا و کذا یعنی زانیة (1)

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہرآنکھ زنا کار ہے اور عورت جب خوشبو لگا کر مجلس کے پاس سے گزرے تو وہ بھی اسی میں ہے یعنی وہ زانیہ ہے عورتوں کے لئے پھیلنے والی خوشبو لگا کر باہر نکلنا جس سے لوگ متوجہ ہوں ناجائز ہے ایسی صورت عورت گنہگار رہے اس عمل سے اجتناب ضروری ہے فطرت کا تقاضہ یہ ہے کہ جو چیز قیمتی ہوتی ہے اس کو خفیہ اور پوشیدہ جگہ رکھا جاتا ہے جس طرح پیسے قیمتی چیز ہے تو انسان اس کو چھپا کر رکھتا ہے اسی طرح عورت بھی قیمتی ہونے کے باعث اسی بات کی حقدار ہے کہ اس کو پردے میں رکھا جائے شریعت مطہرہ نے خواتین کو باپردہ رہنے کا حکم دیا اور باپردہ زندگی گزارنے سے ہی معاشرہ میں سے جتنے مفاسد اور برائیاں معاشرے میں جنم لیتی ہیں ان کو شمار میں لانا مشکل ہے عورتوں کا بے پردہ رہنا ہی مردوں کی بدنظری کا باعث بنتا ہے جس سے گناہوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

خطبات فقیر میں (ج 191 / 125) میں پیر ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب پردہ کے بیان میں فرماتے ہیں یہ بات ذہن میں رکھنا کہ عورت کی ہر غلطی معاف ہو جایا کرتی ہے لیکن کردار کی غلطی کبھی معاف نہیں ہوا کرتی اس لئے عورت کی تربیت میں اگر کوئی اور کمی رہ گئی مثلاً کہ زبان دراز ہے غصہ کی تیز ہے ضدی ہے، کام چور ہے، غافلہ ہے، سست، اس قسم کی

1: سنن الترمذی: 5/106

تمام کمزوریاں برداشت آسانی سے کرلی جاتی ہیں لیکن اس کے کردار کی کمزویاں برداشت کرنے کے لئے کوئی تیار نہیں ہوتا اس لئے جوان بچیوں کے لئے اپنی عزت وناموس کی حفاظت کرنا یہ سب سے بڑا کام ہے اللہ رب العزت نے جہاں قرآن مجید میں چوری کا تذکرہ کیا، وہاں فرمایا۔

والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیھما (1) (المائدہ38)

چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت ان دونوں کے ہاتھ کو کاٹ دیا جائے۔زنا کا تذکرہ آیا ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے عورت کا تذکرہ پہلے کیا۔

الزانیة والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائة جلدة (2)

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد۔۔۔۔۔۔۔مفسرین نے لکھا ہے کہ جب تک عورت خود ڈھیل نہ دے خود موقع مہیا نہ کرے مرد کوشش کے باوجود عزت وناموس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا پھر چوری کرنا مردانگی کے زیادہ خلاف تھا اس لئے وہاں پر مرد کا تذکرہ پہلے کیا زنا حیا کے خلاف ہے اور حیا عورت میں زیادہ ہوتی ہے اس لئے عورت کا تذکرہ پہلے کیا لہذا جوان بچی (عورتیں) کے لیے دنیا میں سب سے بڑا کام اپنی عزت کی حفاظت کرنا اس کو یوں محسوس ہونا چاہیے کہ ہر غیر آدمی میری طرف لالچ کی نظر رکھتا ہے اور میں نے اپنے آپ کو خود بچانا ہے جس طرح چراغ جل رہا ہو تو ہوا کے جھونکوں سے خود کو بچایا جاتا ہے نہیں بچائیں گے تو کوئی تھپڑ الگے چراغ گل کر جائے گا اسی طرح بچی (عورتیں) سمجھے کہ میری عزت وناموس کا چراغ جل رہا ہے آندھیوں سے ہواؤں سے اسے میں نے بچانا ہے اگر میں نے غفلت کی تو کوئی تھپڑ آلگے گا اور میری عزت کا چراغ گل ہو جائے گا یہ عورت کا دنیا

1: سورۃ المائدۃ: 38 2: سورۃ النور: 2

کے اندر رہتے ہوئے سب سے بڑا کام ہوتا ہے کہ وہ اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کرے

اب آتے ہیں اس بات کی طرف کہ خواتین جوائنٹ فیملی میں پردہ کیسے کرے؟

مشترکہ خاندانی نظام میں جب غیر محرموں کا آمنا سامنا رہتا ہو تو عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو بڑی چادر میں چھپائے رکھے، مستقل چہرہ پر نقاب ڈال کر رکھنا ضروری نہیں ہے، البتہ گھریلو امور انجام دیتے ہوئے بڑی چادر ڈال کر اس کا گھونگھٹ بنالیا جائے، تاکہ چہرے پر غیر محرم کی نگاہ نہ پڑے بلا ضرورت غیر محرم (دیور، جیٹھ) سے بات چیت نہ کی جائے اگر کبھی کوئی ضروری بات یا کام ہو تو آواز میں لچک پیدا کئے بغیر پردہ میں رہ کر ضرورت کی حد تک بات کی جائے بے محابا اختلاط یا ہنسی مذاق کرنے کی تو اجازت ہی نہیں کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سارے گھر والے اکٹھے کھانے پر یا ویسے بھی بیٹھے ہوں تو خواتین ایک طرف اور مرد ایک طرف رہیں تاکہ اختلاط نہ ہو نیز گھر کے نامحرم مرد بھی اس کا اہتمام کریں کہ گھر میں داخل ہوتے وقت بغیر اطلاع کے داخل نہ ہوں، بغیر اطلاع کے گھر میں داخل ہونا ہے تو ویسے بھی خلاف سنت ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ بتا کر یا کم از کم کھنکار کر داخل ہوں تاکہ کسی قسم کی بے پردگی نادانستگی میں بھی نہ ہو تاکہ فتنوں کا انسداد رہے۔

مشترکہ فیملی کے لئے چند اہم اصول پردہ کے بارے میں:

(1) نامحرم مرد اور عورتیں یا لڑکے یا لڑکیاں بے تکلف اور بلا ضرورت ایک دوسرے کے سامنے نہ آئیں۔

(2) نامحرم کے ساتھ خلوت وتنہائی سے سخت پرہیز کیا جائے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جن عورتوں کے خاوند موجود نہ ہوں ان کے

پاس نہ جاؤ کیونکہ شیطان تمہاری رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے لئے بھی ایسا ہی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں میرے لئے بھی ایسا ہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پر میری مدد فرمائی اور وہ (میرا ہمزاد) مسلمان ہوگیا ہے(1)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تنہا عورت (نا محرم) کے پاس جانے سے پرہیز کرو انصار سے ایک آدمی نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! دیور کے بارے میں کیا ارشاد ہے فرمایا: دیور تو موت ہے(2)

یہاں صرف دیور نہیں بلکہ تمام غیر محرم رشتے مثلاً جیٹھ، چچازاد ماموں زاد، پھوپی زاد، وغیرہ سب شامل ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تنہائی میں کوئی شخص کسی عورت کے پاس نہ جائے مگر اس کے ذی محرم کے ساتھ تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ میری بیوی حج کرنے جارہی ہے اور میرا نام فلاں غزوہ میں لکھ لیا گیا ہے فرمایا کہ غزوہ میں نہ جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔(3)

لہذا بغیر نکاح کے لڑکوں اور لڑکیوں کا والدین سے چھپ کر ملاقاتیں کرنا حرام عمل ہیں کیونکہ یہی ملاقاتیں زنا کا سبب بنتی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے زنا کے سد باب کے لئے اس طرح کے تمام راستوں کو روکا ہے۔

1: مسند احمد: رقم الحدیث: 14364 2: صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4934 3: صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4935

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولا تقربوا الزنی انه کان فاحشة وساء سبیلا (1)

ترجمہ: اور تم زنا بدکاری کے قریب بھی مت جانا بیشک یہ بے حیائی کا کام ہے اور بہت ہی بری راہ ہے۔

(4) مرد اور لڑکے اطلاع کے بغیر گھر کے اندر نہ آئیں۔

(5) عورت اگر کمرے سے باہر صحن وغیرہ میں آنا چاہے تو موٹی چادر یا ڈوپٹہ سے بال وغیرہ ڈھانک کر نکلے۔

(6) نامحرم خاص کر دیور، جیٹھ کے ساتھ خاوند کے بغیر علیحدہ سفر نہ کریں واضح رہے کہ جو حکم دیگر نامحرم سے پردہ کرنے اور سفر کرنے کا ہے وہی حکم دیور اور بھائی کا اکھٹا سفر کرنے کا بھی ہے البتہ شرعی مسافت سفر سے کم اگر کبھی بھابی کو ہسپتال وغیرہ لے جانے کی ضرورت ہو تو اس کی گنجائش ہوگی بشرطیکہ خلوت نہ ہوتی ہو اور ایسی صورت حال میں ان کو چاہیئے کہ ایسی خاتون کو ساتھ لے لیں جو مرد کے لئے محرم ہو مثلاً والدہ یا ہمشیرہ یہ چند باتیں پردے کے متعلق ہیں اگر ہم جوئنٹ فیملی میں رہتے ہوئے اس پر عمل کریں تو اس کے اچھے اور مثبت نتائج ظاہر ہونگے اللہ کی رحمت و برکتیں نازل ہوں گی۔

مشترکہ فیملی میں خواتین کے حقوق:

مشترکہ فیملی میں اکثر خواتین کے حقوق پامال کئے جاتے ہیں اسلام نے ہر ایک کے حق کے بارے میں ہدایت دی ہے اگر ہر ایک کے حق کا خیال رکھا جائے تو معاشرہ جنت بن جائے گا بسا اوقات جوائنٹ فیملی ساس اور بہوں کے درمیان بناؤ نہیں ہوتا اگر ساس اپنی بہوؤں

1: بنی اسرائیل: 32

کو بیٹی کی نگاہ سے دیکھے اور بہوؤں اپنی ساس کو ماں کے نگاہ سے دیکھیے تو ان شاء اللہ گھر میں جھگڑے کی نوبت نہیں آئی گی، شریعت مطہرہ نے میاں بیوی میں سے ہر ایک کو اخلاقاً ایک دوسرے کے بڑوں کے ساتھ حسن سلوک واحترام کرنے کا پابند کیا ہے تاہم دونوں میں سے کسی ایک کو بھی ایک دوسرے کے والدین، ودیگر سسرالیوں کی خدمت کا اس طور پر پابند نہیں کیا جا سکتا کہ اگر خدمت نہ کی تو وہ گنہگار رہوگا لیکن اگر وہ اللہ تعالی کی رضا کے لئے اپنے حقیقی والدین کی طرح اپنے ساس وسسر کی عزت واحترام کرے اور ساتھ ساتھ ان کی خدمت بھی کریں تو یہ ان کے لئے دنیا میں باعث خیر وبرکت اور آخرت میں باعث اجر وثواب ہوگا اور اچھے اخلاق کا تقاضا بھی یہی ہے اسی طرح ساس اور سسر بھی اپنی بہو سے محبت کے ساتھ پیش آئیں تو گھر کا ماحول بھی خوش گوار ہوگا اور کسی ایک کو دوسرے سے شکایت بھی نہیں ہوگی۔

عورت پر گھر میں خدمت کی ذمہ داری کہاں تک ہے؟

سب سے پہلے خاوند اور بچوں کی خدمت کا مسئلہ:

اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے ازدوجی رشتے کی بقا اور استحکام کے لئے ان دونوں پر ایک دوسرے کے کچھ حقوق لازم کئے ہیں جن میں سے بعض حقوق شرعی اعتبار سے فرض کا درجہ رکھتے ہیں اور بعض حقوق اخلاقی اعتبار سے فرض ہیں اور جب شوہر گھر کے باہر کے کام انجام دے رہا ہے تو بیوی کو گھر کے کاموں کو خوش اسلوبی سے انجام دینا چاہیئے چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان اسی طرح کاموں کی تقسیم فرمائی تھی کہ گھر کے کام حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ذمہ اور باہر کے کام

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذمہ کئے تھے۔البتہ اخلاقی فریضہ اور حسن معاشرت اور ازدواجی زندگی کو پرسکون بنانے کا تقاضا بھی یہی ہے کہ وہ اپنے شوہر کی خدمت میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہ کرے دوسری طرف شوہر پر بھی بیوی سے گھر کے کام لینے میں زیادتی نہ کرے بلکہ جہاں تک ہو سکے،خود گھر کے کاموں میں بیوی کا ہاتھ بٹادے،کیونکہ آپ علیہ السلام بھی گھر میں اپنی بیویوں کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتے تھے۔

قال العلامة الحصفکی ولا یجوز لهما اخذا الاجرة علی ذلك لوجوبه علیها دیانة ولو شریفة لانه علیه الصلاة والسلام قسم الاعمال بین علی وفاطمه فجعل اعمال الخارج علی علی رضی الله عنه والداخل علی فاطمة رضی الله عنها مع انها سیدة النساء العالمین ... امتنعت المراة من الطحن والخبز ان کانت ممن لا تخدم او کان بها علة فعلیه ان یاتیها بطعام مهیا والا بان کانت ممن تخدم نفسها وتقدر علی ذلك لا یجب علیه قال الشامی: فتفتی به ولکنها لا تجبر علیه ان ابت (1)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنے گھر کے کام کاج میں مشغول رہتے تھے جب نماز کا وقت آجاتا تو نماز کے لئے تشریف لے جاتے تھے(2)

نبی کریم ﷺ گھر کے کسی کام میں تکلف نہ فرماتے تھے اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ گوشت کے ٹکڑے کرلیا کرتے (3)

بکری کا دودھ دوہ لیتے،اپنے کپڑوں کی نگہداشت فرماتے،انہیں دھو لیتے کپڑوں میں پیوند لگالیتے (4)

1:شامی:ج2/742 2:صحیح بخاری:676 3:مسند احمد:24685 4:صحیح الادب المفرد:4996

اور اپنی نعلیں مبارک گانٹھ لیتے (1)

سواری کے جانور کو باندھ لیتے،اسے چارہ وغیرہ ڈال لیتے تھے معلوم ہوا کہ گھر میں کام کرلینا انبیاء کرام علیہم السلام اور سلف صالحین کا طریقہ ہے لہذا کسی جائز کام میں تکلف نہیں ہونا چاہیئے خلاصہ یہ ہوا کہ گھر کے کام کاج (کھانا پکانا اور صفائی وغیرہ) دیانۃً اور اخلاقاً بیوی کے ذمہ ہے اس لئے بیوی کو بغیر کسی عذر کے گھر کے کاموں سے یہ کہہ کر انکار نہیں کرنا چاہیے کہ کام کاج میرے ذمہ نہیں اسی طرح شوہر کو بھی چاہیے کہ اگر استطاعت ہو تو گھر کے کاموں میں مدد کرنے کے لئے کسی خادمہ یا نوکرانی وغیرہ کا انتظام کردے یا حتی الامکان خود بھی گھر کے کاموں میں بیوی کا ہاتھ بٹاتا رہے بیوی پر نوکرانی کی طرح اتنا بوجھ نہیں ڈالنا چاہیئے کہ اسے عبادت اور بچوں کی پرورش اور تربیت وغیرہ کے لئے یا اپنے ذاتی کاموں کے لئے وقت نہ مل سکے۔

بچوں کی خدمت:

بچے زیادہ ماں کے گود میں پلتے پھولتے ہیں ماں کی گود انسان کی پہلی درس گاہ ہے ماں کا جذبہ ایمان جتنا زیادہ ہوگا یہ درس گاہ اتنی ہی بلند معیار کی حامل ہوگی اور اس میں پلنے والے بچوں کی تربیت اتنی ہی عمدہ ہوگی عربی میں ماں کو: ام کہا جاتا ہے نبی کریم ﷺ کو بھی اُمی کہا گیا ہے اس میں لفظی نسبت کے ساتھ ساتھ ایک معنوی سنت ہے اور وہ یہ کہ نبی کریم ﷺ ساری انسانیت کے لئے رحمت وشفقت تھے اور ماں اپنی اولاد کے لئے سراپا محبت وشفقت ہوتی ہے ماں کے ذمہ بچوں کی دینی کردار سازی تربیت ہے بچوں کی کردار سازی میں ماں کی محنت کے ساتھ اس کی دعاؤں کا بہت عمل دخل ہے ماں کی دعاؤں کو قبولیت کا

1:مختصر دلائل النبوۃ:328

خاص مقام حاصل ہے امام بخاریؒ کے مقام سے کون واقف نہیں بچپن میں نابینا ہو گئے تھے والدہ نیک اور عابدہ خاتون تھی دن رات اللہ سے بیٹے کے لئے دعا کرتی رہتی تو اللہ نے بینائی بحال فرمادی معاشرے کے بگاڑ اور اصلاح کی محرک ماں ہے وہ بچوں کی بہترین معلمہ ہے، پھولوں کے بغیر جس طرح ہر باغ بے رنگ وبو ہوتا ہے اسی طرح عمدہ پرورش اور تربیت کے بغیر ہر بچہ ناسمجھ اور گنوار رہتا ہے بچے پھولوں کی طرح نازک خوبصورت اور حساس ہوتے ہیں ان کی نگہداشت، پرورش بھی اتنی ہی ضروری اور محنت طلب ہے جتنی کسی باغ کی دیکھ بھال اور آرائش ماں کی محنت توجہ اور ایثار ان پھولوں میں رنگ بھرتا ہے اس طرح وہ دلکش اور کارآمد بنتے ہیں۔

ماں کے فضائل انکے بچے کی خدمت اور پرورش کی وجہ سے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ووصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وھنا علی وھن وفصلہ فی عامین ان اشکر لی ولوالدیك الی المصیر (1)

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں (نیکی کا) تاکید کا حکم فرمایا جیسے اس کی ماں تکلیف پر تکلیف کی حالت میں (اپنے پیٹ میں) برداشت کرتی رہی اور جس کا دودھ چھوٹنا بھی دو سال میں ہے (اسے یہ حکم دیا کہ تو میرا بھی شکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں بچے کی پیدائش اور رضاعت کی تکالیف بیان کرتے ہوئے اپنے شکر کے ساتھ والدین کا بھی شکر ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے جو والدین کے لئے انتہائی حوصلہ افزا بات ہے اور حضور ﷺ نے والدہ

1: لقمان: 31/14

کے حق کو والد کے حق پر اسی بنا پر ترجیح دی ہے کہ وہ زیادہ تکالیف برداشت کرتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک آدمی نے رسول ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا: کہ یا رسول ﷺ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ فرمایا کہ تمہاری والدہ عرض کیا کہ پھر کون ہے؟ پھر فرمایا کہ تمہاری والدہ عرض کیا کہ پھر کون ہے؟ فرمایا کہ تمہاری والدہ عرض کیا کہ پھر کون ہے؟ فرمایا کہ تمہارا والد (1)

اس حدیث مبارکہ کی شرح میں علامہ عینیؒ فرماتے ہیں ماں کا حق باپ کے حق پر مقدم ہے کیونکہ حمل، وضع حمل اور دودھ پلانے کی مشقت اور صعوبت صرف ماں ہی اٹھاتی ہے باپ نہیں اٹھاتا اس لئے نبی کریم ﷺ نے ماں کے تین درجہ کے بعد باپ کا ذکر فرمایا اس پر علماء کا اجماع ہے کہ نیکی کرنے میں اور اطاعت کرنے میں ماں کا مرتبہ اور حق باپ سے زیادہ ہے (2)

رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں قتل ہونے کے سوا سات (7) قسم کی شہادت اور ہے، طاعون میں مرنے والا شہید ہے، ڈوب کر مرنے والا شہید ہے ذات الجنب (نمونیا) میں مرنے والا شہید ہے، دب کر مرنے والا شہید ہے اور بچے (کی پیدائش) کے باعث مرنے والی عورت شہید ہے (3)

کیا بچوں کو دودھ پلانا ماں پر واجب ہے؟

مفتی اعظم محمد شفیعؒ سورۃ بقرۃ کی آیت نمبر 33 کے ذیل میں لکھتے ہیں اس آیت سے رضاعت کے چند مسائل معلوم ہوئے اول یہ کہ دودھ پلانا دیانۃ ماں کے ذمہ واجب ہے بلا عذر کسی ضد یا ناراضگی کے سبب دودھ نہ پلائے تو گنہگار ہوگی اور دودھ پلانے پر وہ شوہر سے

1: بخاری: 5626 2: عینی عمدۃ القاری: 22/82 3: سنن ابوداود: 3111

کوئی اجرت ومعارضہ نہیں لے سکتی جب تک وہ اس کے اپنے نکاح میں ہے کیونکہ وہ اس کا اپنا فرض ہے۔۔۔البتہ ماں اگر بچہ کو دودھ پلانے سے کسی ضرورت کے سبب انکار کرے تو باپ کو اسے مجبور کرنا جائز نہیں اور اگر بچہ کسی دوسری عورت یا جانور کا دودھ نہیں لیتا تو ماں کو مجبور کیا جائے گا،،، چھٹا مسلہ یہ معلوم ہوا کہ اگر بچے کی ماں دودھ پلانے کی اجرت مانگتی ہے تو جب تک اس کے نکاح یا عدت کے اندر ہے اجرت کے مطالبے کا حق نہیں یہاں اس کا نان نفقہ جو باپ کے ذمہ ہے وہی کافی ہے مزید اجرت کا مطالبہ باپ کو ضرر پہنچانا ہے،(1)

واضح رہے کہ بچے کی صحیح خبر گیری ماں ہی کرسکتی ہے اس وجہ سے شرعا اگر لڑکا ہو تو سات سال کی عمر تک اور لڑکی ہو تو نو سال کی عمر تک حق پرورش ماں کو حاصل رہتا ہے اس وجہ سے بچہ پر رحم کرتے ہوئے ماں کو چاہے کہ ولادت کے فورا بعد والد کے حوالے نہ کرے ماں کی شفقت وتربیت بچہ کا حق ہے تاکہ اس سے بچہ محروم نہ رہے۔

ولیس علی امه ارضاعه قضاء بل دیانة الا اذا تعینت قوله: قوله علی امه ای التی فی نکاح الاب او المطلقة قوله: الا اذا تعینت بان لم یجد الاب من ترضعه او کان الولد لا یاخذ ثدی غیر ها وهذا هو الاصح وعلیه الفتوی (2)

کیا شوہر کے والدین کی خدمت بیوی کی ذمہ داری ہے یا نہیں؟ میاں بیوی کا باہم اور اسی طرح سسرالی رشتہ حسن اخلاق حسن معاشرت اور ہمدردی وایثار کے جذبہ سے ہی چل سکتا ہے، شریعت مطہرہ نے میاں بیوی کے رشتہ کا توازن رکھا ہے اور حسن معاشرت کا حکم دے

1: معارف القرآن: 581/1   2: شامی: 347/5

کر یہ واضح کیا ہے کہ میاں بیوی کا رشتہ باہم اخلاقیات اور ایثار ہمدردی سے چلتا ہے کچھ چیزیں بیوی کے ذمہ لازم نہیں کیں اور کچھ شوہر کے ذمہ لازم نہیں کیں لیکن حسن معاشرت کے باب میں دیانۃ اور اخلاقا یہ چیزیں دونوں کی ایک دوسرے پر لازم ہے۔

لہذا بیوی پر اپنے ساس اور سسر کی خدمت اگر چہ شرعا وقضاء واجب نہیں ہے لیکن اخلاقی طور پر بیوی کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ ساس اور سسر اس کے شوہر کے ماں باپ ہیں لہذا جس طرح وہ اپنے ماں باپ کی راحت کا خیال رکھتی ہیں اسی طرح شوہر کے ماں باپ کی خدمت اور ان کو راحت پہنچانا اس کی اخلاقی ذمی داری میں شامل ہے لیکن اس میں یہ پہلو بھی پیش نظر ہونا چاہیئے کہ خاوند اپنے بیوی کو اپنے والدین کی خدمت پر مجبور نہیں کرسکتا اور نہ اس سلسلے میں اس پر ظلم کرنا درست ہے بلکہ خود خاوند اپنے والدین کی خدمت کرے اور ان کے لئے کھانے وغیرہ کا انتظام کرے یعنی دونوں طرف اعتدال کی ضرورت ہے خاوند کو چاہے کہ بیوی کو پیار ومحبت سے ترغیب دیں زبردستی کی اجازت نہیں اسی طرح بیوی کو بھی چاہیئے کہ وہ اس خدمت سے یہ کہہ کر انکار نہ کرے کہ یہ میرے ذمہ نہیں ہے کیونکہ شوہر بھی بیوی کے متعدد ایسے کام کرتا ہے جو اس کے ذمہ واجب نہیں ہوتے اگر میاں بیوی ایک دوسرے کو یہ کہنا شروع کردیں کہ تمہارا کام میرے ذمہ نہیں ہے تو وہ دونوں خوش گوار زندگی نہیں گزار سکتے ہیں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ (بہشتی زیور) میں خواتین کو خطاب کرکے فرماتے ہیں کہ جب تک ساس خسر زندہ رہیں ان کی خدمت کو ان کی تابعداری کو فرض جانو، اور اس میں اپنی عزت سمجھو، اور ساس نندوں سے الگ ہو کر رہنے کی ہرگز فکر نہ کرو ساس نندوں سے بگاڑ اور بڑھاپے میں اس آسرے پر اس کی شادی بیاہ کیا کہ

ہم کو آرام ملے اور جب بہو آئی ڈولے سے اترتے ہی یہ فکر کرنے لگی کہ میاں آج ہی ماں باپ کو چھوڑ دیں جو کام ساس نندیں کرتی ہیں تو اس کے کرنے سے عار نہ کرو تم خود ان سے کہے اور ان سے لے لو اور کرو اس سے ان کے دلوں میں تمہاری محبت پیدا ہو جائے گی (1)

المسائل المھمہ میں لکھا ہے: شوہر کی وجہ سے عورت کے ساس سسر والدین کے حکم میں ہوتے ہیں اور بہو بیٹی کے درجہ میں ہوتی ہے اس لئے عورت کو چاہیئے کہ حسب ہمت وطاقت اپنے حقیقی ماں باپ اور شوہر کی طرح ساس سسر کی بھی خدمت کرے، یہ درحقیقت شوہر کی خدمت کا حصہ ہے اور اخلاقی تقاضہ ہے البتہ شرعی اعتبار سے عورت پر ساس سسر کی خدمت نہ قضاء واجب ہے اور نہ دیانۃ صرف شوہر کی خدمت دیانۃ واجب ہے لہذا اگر وہ ساس سسر کی خدمت کے لئے راضی نہ ہو تو شوہر اسے اس پر مجبور نہیں کر سکتا اور اگر وہ اپنی مرضی وخوشی سے ساس اور سسر کی خدمت کرے تو سسر کی کوئی جسمانی خدمت نہ کرے ورنہ شوہر سے اس کا رشتہ خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے (2)

سسر اپنی بہو سے اس قسم کی خدمت نہیں کر سکتا۔

قولہ والصھرۃ الشابۃ قال فی القنیۃ : ماتت عن زوج وام فلھا ان یسکنا فی دار واحدۃ اذا لم یخافا الفتنۃ وان کانت الصھرۃ شابۃ فللجیران ان یمنعوھا منہ اذا خافوا علیھا القنیۃ واصھار الرجل کل ذی رحم محرم من زوجتہ علی اختیار محمد والمسالۃ مفروضۃ ھنا فی امھا ,والعلۃ تفید ان الحکم کذلک بنتھا ونحوھا کما لا یخفی (3)

1: بہشتی زیور: حصہ چہارم: باب 31:4847   2: المسائل المھمہ 8/200 تا 201   3: ردالمختار 6/369

کیونکہ ذرا سی بے احتیاطی کی وجہ سے اپنے شوہر پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو سکتی ہیں مثلاً اگر ہاتھ پاؤں دبواتے وقت شہوت پیدا ہو گئی تو بیوی شوہر پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی اس لئے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ بہو سے جسمانی خدمت نہ لی جائے اور اگر کسی کی ماں محتاج خدمت ہے اور بیوی خدمت کے لئے تیار نہیں ہو اور خدمت بشری ضروریات کے حوالے سے ہو تو ماں یا اس کے لئے بیٹے کو چاہیئے کہ وہ کسی خادمہ کا انتظام کرے اگرچہ اجرت پر ہو بیوی اگر خدمت نہ کرے تو اسے ساس کی خدمت پر مجبور کرنا جائز نہ ہو گا اور ساس پر بہو کی کوئی ذمہ داری نہیں اس کی جو کچھ ذمہ داری ہے وہ شوہر پر ہے۔

قال فی البحر اراد بحرمۃ المصاھرۃ الحرمات الاربع حرمۃ المراۃ علی اصول الزانی وفروعہ نسبا ورضاعا وحرمۃ اصولھا وفروعھا علی الزانی نسبا ورضاعا کما فی الوطی الحلال (1)

کیا عورت اپنے دیوروں کی خدمت کر سکتی ہے:

مشترکہ خاندانی نظام میں عورت کے لئے پردہ از حد ضروری ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی بڑی چادر جس سے پورا جسم ڈھکا ہوا ہو اوڑھ کر گھر کے کام کاج کر لے بلا ضرورت دیور سے بات چیت نہ کی جائے اگر کبھی کوئی ضروری بات یا کام ہو تو آواز میں لچک پیدا کیے بغیر پردہ میں رہ کر ضرورت کی حد تک بات کی جائے خلوت میں یا پاس بیٹھنے کی یا ہنسی مذاق کرنے کی شرعا کوئی اجازت نہیں نبی کریم ﷺ سے دیور (وغیرہ) سے پردہ کا حکم دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے دیور کو موت سے تعبیر فرمایا (2)

1: ردالمختار ج4 ص107   2: مسلم باب التحریم الخلوۃ

رہی یہ بات کہ خاتون دیوروں کی خدمت کس حدتک کرسکتی ہے تو اصل حکم تو یہی ہے کہ خاتون پر اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور کی خدمت لازم نہیں البتہ شوہر کے والدین کی خدمت اس پر اخلاقی وعرفی طور پر لازم ہیں شوہر کے والدین کے علاوہ دیگر افراد کی کوئی ذمہ داری اس پر نہیں ہے تاہم اگر فتنہ کا باعث نہ ہوتو دیور وغیرہ کے کپڑے دھو بھی سکتی ہیں اور استری بھی کرسکتی ہیں اپنے شوہر اور اس کے والدین کے لئے کھانا وغیرہ بھی پکا سکتی ہیں کھانا پکانا ممنوع نہیں ہے بلکہ اگر ساس بوڑھی ہوں اور گھر میں کھانے پکانے والا کوئی اور نہ ہو تو گھر کے دیگر افراد کے لئے بھی کھانا پکانا چاہیئے ہاں بغیر پردہ دیور کے سامنے کھانا پیش کرنا درست نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

واذا سئلتموهن متاعا فاسئلوهن من وراء حجاب ذلكم اطهر لقلوبكم وقلوبهن (1)

ترجمہ: اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو یہ بات ہمیشہ کے لئے تمہارے دلوں اور ان کے پاک رہنے کا عمدہ زریعہ ہے (بیان القرآن) اگر چہ یہ آیت ازاج مطہرات کے حق میں نازل ہوئی لیکن علت کے عموم سے پتا چلتا ہے کہ یہی طریقہ ہی انسانیت کے لئے زریعہ حجاب ہی ہے اور بے پردگی قلب کی نجاست اور گندگی کا زریعہ ہے (2)

1:الاحزاب:53 2:معارف القرآن: مولانا ادریس کاندھلویؒ 5/53

مولانا ادریس کاندھلویؒ لکھتے ہیں کہ عورت کا تمام بدن ستر ہے اپنے گھر میں بھی اسکو مستور اور پوشیدہ رکھنا فرض اور لازم ہے مگر چہرہ اور دونوں ہاتھ کہ ہر وقت ان کو چھپائے رکھنا بہت دشوار ہے اس لئے یہ اعضاء ستر سے خارج ہیں اپنے گھر میں ان اعضاء کا کھلا رکھنا جائز ہے اور فرمایا کہ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ عورت کو اپنے چہرہ کے حسن وجمال کو نامحرم مردوں کے سامنے کھلا رکھنے کی اجازت ہے کہ وہ عورتوں کے حسن وجمال کا نظارہ کیا کریں (1)

جوائنٹ فیملی میں مستقل جھگڑوں کی صورت میں علیحدہ رہنے کا مسئلہ:

اگر اجتماعی فیملی میں ساس اور بہوں کے درمیان مستقل جھگڑے ہو جسکی وجہ سے اولاد اپنی اپنی بیویوں کے ساتھ علیحدہ علیحدہ رہنا چاہتے ہوں تو اولاد کے اس عمل سے والدین کو ان سے ناراض نہیں ہونا چاہیے اکثر والدین ناراض رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی بیوی کے غلام بن گئے اب اگر اولاد دیندار نہیں ہیں تو انہیں والدین کی ناراضگی کی کوئی پروہ نہیں ہوتی مگر دیندار اولاد پریشان ہو جاتی ہیں کہ ہمارے والدین ہم سے ناراض ہیں تو ہماری آخرت برباد ہوجائیگی حالانکہ والدین کی یہ ناراضگی بے جا و بے موقع ہے کیونکہ الگ مکان میں رہنے کا مطالبہ ہر بیوی کا حق ہے اور جب شوہر اپنی بیوی کو اس کا یہ حق دینا چاہے تو اس کا یہ عمل جائز و درست ہی نہیں بلکہ باعث اجر وثواب ہے جس پر والدین کو خوش ہونا چاہیے ناراض نہیں ہونا چاہیے اگر وہ ناراض ہوتے ہیں تو ان کی ناراضگی ناحق و بے جا ہے جس کی وجہ سے اولاد کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں البتہ الگ رہنے والے اولاد پر لازم ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک ہرگز نہ چھوڑیں ان کے پاس آمد ورفت جاری رکھیں حتی المقدور ان کی جانی ومالی خدمت کرتے رہیں اور اپنے بھائیوں اور بہنوں کے ساتھ بھی اچھا

1: معارف القرآن: مولانا ادریس کاندھلویؒ 117

معاملہ رکھیں، اور سب کے حق میں دعاءِ خیر کا اہتمام رکھیں۔

مرد پر اس کے بیوی کے ضروری حقوق:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھو شئیا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا (1)

ترجمہ: اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کرو اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک شے کا ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے (از بیان القرآن)

اسلام دین فطرت اور ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس طرح اس میں دیگر شعبہ ہائے حیات کی رہنمائی اور سعادت کے لئے واضح احکامات اور روشن تعلیمات موجود ہیں اسی طرح ازدواجی زندگی اور مرد و عورت کے باہمی تعلقات کے متعلق بھی اس میں نہایت صریح اور منصفانہ ہدایت بیان کی گئی ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر ایک شادی شدہ جوڑا خوش کن اور پر لطف زندگی کا آغاز کر سکتا ہے کیونکہ یہ تعلقات کسی انسانی فکر و ارتقاء اور جدوجہد کا نتیجہ نہیں بلکہ خالق کائنات کی طرف سے نازل کردہ ہیں جس نے مرد اور عورت کو پیدا کیا اور ان کی فلاح و کامرانی کے لئے یہ ہدایت بیان فرمائی اکثر لوگ ازدوجی راحت و سکون کے حریص اور خواہشمند ہوئے ہیں لیکن اپنے خود ساختہ غلط طرز عمل اور قوانین شرعیہ سے غفلت کی بنا پر طرح طرح کی مشکلات اور مصائب کا شکار ہو کر اپنا سکون و اطمینان غارت کر لیتے ہیں جس سے نہ صرف بذات خود وہ بلکہ ان کے اہل و عیال اور کئی ایک خاندان پریشانیوں کا شکار

1:النساء19

ہوتے جاتے ہیں ان ازدواجی مصائب پریشانیوں سے نکلنے کا واحد علاج اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے احادیث مبارکہ میں عورتوں کے حقوق بڑی اہمیت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اکمل المؤمنین ایمانا احسنھم خلقا وخیارکم خیارکم لنسائھم (1)

ترجمہ: رسول کریم ﷺ نے فرمایا: مؤمنین میں سے کامل ترین ایمان اس شخص کا ہے جو ان میں سے خوش اخلاق ہو اور تم میں بہتر وہ شخص ہے جو اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہے

قال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم: خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی (2)

ترجمہ: رسول کریم ﷺ نے فرمایا: بہترین شخص وہ ہے جو اپنے اہل (بیوی بچوں اقربا اور خدمت کاروں) کے حق میں بہترین ہو اور میں اپنے اہل کے حق میں تم میں بہترین ہوں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لا یفرك مومن ان کرہ منھا خلقا رضی منھا آخر (3)

ترجمہ: رسول کریم ﷺ نے فرمایا کوئی مسلمان مسلمان عورت سے بغض نہ رکھے اگر اس کی نظر میں اس عورت کی کوئی خصلت وعدوات ناپسندیدہ ہوگی تو کوئی دوسری خصلت وعادت پسندیدہ بھی ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ شوہر کو چاہے کہ وہ اپنی بیوی کو اللہ کی عطا کی ہوئی نعمت سمجھے اس کی قدر اور اس سے محبت کرے اگر اس سے غلطی ہوجائے تو چشم پوشی سے کام

1:مشکوۃ2/282 2:مشکوۃ2/281 3:مشکوۃ2/280

لے صبر وتحمل اور دانش مندی سے اس کی اصلاح کی کوشش کرے اپنی استطاعت کی حد تک اس کی ضروریات اچھی طرح پوری کرے اس کی راحت رسانی اور دل خوش کرنے کی کوشش کرے عورتوں کے واجبی حقوق میں سے نان نفقہ، رہنے کے لئے مکان دینا خواہ ذاتی ہو یا کرایہ کا نیز کپڑے وغیرہ دینا اسی طرح اور بھی حقوق اس میں شامل ہے۔

علیحدہ اور رہائش فراہمی کی ذمہ داری:

جہاں تک علیحدہ رہائش فراہمی کی ذمہ داری ہے تو شریعت نے اس معاملہ میں شوہر کی استطاعت اور حیثیت کو ملحوظ رکھا ہے اگر شوہر استطاعت رکھتا ہے لیکن بیوی متوسط یا عام خاندان سے تعلق رکھتی ہے تو گھر میں سے ایک ایسا جدا مستقل کمرہ جسکا بیت الخلاء باورچی خانہ وغیرہ الگ ہو اور عورت کی ضروریات کو کافی ہو جائے جس میں وہ اپنا مال واسباب کو تالا لگا کر رکھ سکے کسی اور کی اس میں دخل اندازی نہ ہو ذمہ داری کی ادائیگی کے لئے کافی ہے اور اگر شوہر زیادہ مالدار اور صاحب استطاعت ہے کہ وہ مستقل طور پر علیحدہ گھر کا انتظام کرے اور بیوی بھی شریف اور اعلی خاندان سے تعلق رکھتی ہے تو بیوی کو الگ گھر کے مطالبے کا حق ہوگا لیکن شوہر کی حیثیت کو مدنظر رکھ کر درمیانے درجہ کا گھر کا انتظام لازم ہوگا جدا رہائش (خواہ علیحدہ کمرے کی صورت میں ہو یا جدا مکان) مالکانہ حقوق کے ساتھ دینا بھی شوہر کے ذمہ لازم نہیں ہے بلکہ اگر شوہر نے کرائے یا عاریت کے مکان میں بھی سہولیات پہنچادیں تو عورت مزید مطالبہ نہیں کرسکتی۔

بیت متفرد من له دار له غلق زاد فی الاختیار والعینی ومرافق لزوم کنیف ومطبخ وینبغی الافتاء به وفی الشامیة قوله : (وفی البحر عن الخانیة) فان کانت دار فیها بیوت واعطی لها بیتا یغلق ویفتح لم یکن لها ان تطلب بیتا آخر اذا لم یکن ثمة احد من احماء الزوج یؤ ذیها قال المضف فی شرحه فهم شیخان ان قوله ثمه اشارة للدار البیت لکن فی البنرازیة ابت ان تسکن مع احماء الزوج وفی الدار بیوت ان فرغ لها بیتا له غلق علی حدة ولیس فیه احد منهم لا تمکن من مطالبته بیت آخر (1)

و کذا تجب لها السکنی فی بیت خال عن اهله) قوله (و کذا تجب لها) ای للزوجة السکنی : ای الاسکان... قوله (خال عن اهله الخ) لانها تتضرر بمشارکة غیرها الاان تختار ذلك لانها رضیت بانتضاص حقها (هدایه) (2)

ولو اراد الزوج ان یسکنها مع ضرتها او مع احمائها کام الزوج واخته وبنته من غیرها واقربه فابت ذلك ،علیه ان یسکنها فی منزل مفرد ،لانهن ربما یؤذئها ویضررن بها فی المساکنة واباؤها دلیل الاذی والضرر ولانه یحتاج الی ان یجا معها ویعاشرها فی ای وقت یتفق ولا یمکنه ذلك اذا کان معهما ثالث حتی لو کان فی الدار بیوت ففرغ لهما بیتا وجعل لبیتها غلقا علی حدة

1: الردالمختار مع الشامی ج3 ص400　　2: ھندیہ: ج5 ص324

قالوا: انہا لیس لہا ان تطالبہ بیت آخر (1)

ترجمہ: اگر خاوند یہ چاہتے ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اسکی سوکن کے ساتھ یا اپنی ماں بہن یا دیگر رشتہ دار عورتوں کے ساتھ رکھے اور بیوی ایسا کرنے سے انکار کرے تو خاوند پر لازم ہے کہ وہ اسے تنہا سکونت مہیا کرے کیونکہ یہ عورتیں عموماً بیوی کو گھروں میں ایذاء اور تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے دوسرے یہ کہ خاوند کو کسی وقت اپنی بیوی کے ساتھ مجامعت کی ضرورت پیش آسکتی ہے اب اگر اس کے ساتھ کوئی اور آدمی بھی ہو تو مجامعت ممکن نہ ہوگی ہاں اگر ایک مکان میں کئی کمرے ہوں اور ایک کمرہ اسکے حوالے کر دیا جائے جس کا الگ تالا چابی ہو تو اب اسے اس بات کا حق نہیں کہ وہ علیحدہ مکان کا مطالبہ کرے۔

بیوی کا والدین کی زیارت کرنے کا حق

واضح رہے کہ والدین کی زیارت کا تعین کا مدار عرف پر ہے تاہم ہمارے عرف و معاشرے کے مطابق اگر والدین قریب رہتے ہوں تو ہر ہفتہ ملاقات کر سکتی ہے اور اگر دور رہتے ہوں تو مہینہ میں ایک مرتبہ لیکن اگر بہت زیادہ دور رہتے ہوں تو سال میں ایک دو مرتبہ، ملاقات کی اجازت ملنی چاہیئے اسی طرح دیگر محارم اگر ان میں کوئی بیمار ہو جائے تو انکی عیادت کے لئے جانا جائز ہے اسی طرح ان میں کوئی مرجائے تو تعزیت کے لئے بھی جاسکتی ہے محارم کی زیارت کے لئے سال میں ایک دفعہ جانے کی اجازت دینی چاہیئے جوائنٹ فیملی میں ساس اور سسر کا خاص خیال رکھے اس سلسلے میں بہو پر ظلم نہ کرے اپنے والدین اور محارم کے زیارت کے لئے جانے کی اجازت ان کو شریعت نے دی ہے اس میں بے جا مداخلت نہ کرے ورنہ قیامت کے دن اللہ کی سچی عدالت میں پکڑ ہو سکتی ہے۔

1: بدائع الصنائع ج5 ص144 رشیدیہ

البحر الرائق: ینبغی ان یؤذن لہا فی زیارتہا الحین بعد الحین علی قدر متعارف وفیہ الصحیح المفتی بہ تخرج للوالدین فی کل جمعۃ باذنہ وبغیر اذنہ الزیارۃ المحارم فی کل سنۃ مرۃ باذنہ وبغیر اذنہ (1)

بیوی اپنے خاوند کے مال میں کہاں تک تصرف کا حق رکھتی ہے:

قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ازدواجی زندگی میں عورت کو گھر کے معاملات کی اور خاص طور پر شوہر کی غیر حاضری میں ذمہ دار اور نگران بنایا گیا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فالصلحت قنتٰت حفظٰت للغیب بما حفظ اللہ (2)

پس نیک عورتیں فرمابردار اور پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت کی بدولت حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں

مفسرین کرام نے اس کی تشریح میں لکھا ہے کہ اس سے مراد بیوی۔ کا شوہر کی غیر حاضری میں اپنی آبرو اور اس کے مال کی حفاظت کرنا ہے ایک حدیث میں ہے کہ ایک موقع پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا

کلکم راع وکلکم مسؤل عن رعیتہ

اور تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اسکی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا پھر آپ ﷺ نے بطور مثال اشخاص کا تذکرہ کیا اس میں آپ ﷺ نے بھی فرمایا:

المراۃ راعیۃ علی بیت بعلہا وولدہ وھی مسؤلۃ عنہم (3)

عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے اس کی حفاظت کرے اور اسی طرح اپنے اولاد کی

1: الشامیہ ج3 ص146، الھندیہ ج1 ص556 2: النساء 34 3: بخاری: رقم الحدیث: 6412

نگراں ہے اگر عورت شوہر کے مال میں سے اس کے اجازت کے بغیر خرچ کرے تو شوہر کو نصف اجر ملے گا اس حدیث میں اجازت سے مراد صریح الفاظ اجازت نہ ہے لیکن اس نے عمومی اجازت دے رکھی ہے یا عرف میں بیوی کو اس قدر مال خرچ کرنے کی اجازت ہو نصف اجر کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شوہر کے اجر میں کچھ کمی ہو جائے اورب اتنا اجر بیوی کو مل جائے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بیوی کو مال خرچ کا اجر ملے گا اور شوہر کو اس کا شوہر ہونے کا۔

لا ینقص بعضهم اجر بعض شیاء (1)

الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض و بما انفقوا من اموالهم (2)

مرد عورتوں کے نگہبان ہیں اس بنا پر کہ اللہ نے ان میں سے ہر ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس بنا پر کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی اسلام نے عورت کا حق ملکیت تسلیم کیا ہے جس مال کی وہ مالک ہو اس میں تصرف کرنے کی اسے پوری آزادی ہے اس میں وہ کسی سے حتی کہ شوہر سے بھی اجازت لینے کی پابند نہیں ہے چاہیئے یہ مال اس کو والدین یا دیگر رشتہ داروں نے دیا ہوں یا میراث میں ملا ہوں یا تحائف کی شکل میں ملا ہوں یا خود شوہر کی جانب سے وقتاً فوقتاً مختلف ضروریات کے لئے خرچ ملتا ہو۔ عورت کے صاحب مال ہونے کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں تو جس مال کی وہ خود مالکہ ہے اس میں وہ کسی سے حتی کہ شوہر سے بھی اجازت لینے کی پابند نہیں حاصل یہ ہے کہ جس رقم کا بیوی کو مالک بنا دیا گیا اس میں تو اسے پورا اختیار ہے اور جس کے لئے حسب ضرورت لینے کی اجازت دی

1: صحیح بخاری: رقم الحدیث: 1425 2: النساء 34

اس میں دوسروں پر خرچ کرنے کا جواز صراحۃ دلالۃ اجازت پر موقوف مبنی ہے۔

حق مہر:

اللہ تعالیٰ نے مردوں کو بحق نساء قوام (منتظم امور) بنایا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

الرجال قوامون على النساء الخ

اور عقد نکاح میں عورت اپنی ذات کو شوہر کے حق میں کلیۃً سپرد کر دیتی ہے عورت کے اس احسان عظیم کی وجہ سے اس کی تطییب قلب کی خاطر مہر کو مقرر کیا گیا ہے نیز کسی وقت شوہر ادائے نان نفقہ میں کوتاہی برتے یا کسی مجبوری و معذوی کے پیش نظر قاصر ہو جائے تو بیوی کو اپنی حوائج کے پورا کرنے میں کسی کی احتیاج پیش نہ آئے بیوی کے اولیاء مثل باب بھائی چچا و دیگر اعزہ، ماں بہن وغیرہ کے حق میں بذمہ شوہر مہر کے وجوب سے ایک درجہ میں اطمینان رہتا ہے مہر مقرر کرنا شرعاً فرض ہے اگر کوئی مہر مقرر نہ کرے تو اس نے شریعت کا حق جو اس پر لازم تھا اسے ترک کر دیا البتہ مہر کے ذکر کے بغیر بھی نکاح صحیح ہوتا ہے اور عورت کے لئے مہر مثل لازم ہو گیا نہیں دے گا تو گنہگار ہوگا۔

قد علمنا ما فرضنا عليهم في ازواجهم (1)

واتوا النساء صدقاتهن نحلة (1)

ثم المهر واجب شرعا ابانة لشرف المحل فلا يحتاج الى ذكره لصحة النكاح (1)

وان تزوجها لم يسم لها مهرا او تزوجها على ان لا مهر لها فلها مهر مثلها (1)

1: الاحزاب: 50 2: النساء 4 3: الهدایہ: باب المهر 2/302 4: الهدایہ: باب المهر: 2/305

حضرت میمون کروی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی عورت سے کم یا زیادہ مہر پر نکاح کیا اور اس کے دل میں اس حق مہر کی ادائیگی کا ارادہ نہیں ہے محض دھوکہ وفریب دہی کے لئے (شروع میں) مہر کا ذکر کیا اور اسی حال میں موت آئی کہ بیوی کا مہر ادا نہ کیا تو قیامت میں اللہ کے حضور میں زنا کار کی حیثیت سے پیش ہوگا (طبرانی فی الاوسط والصغیر) بہر کیف مہر یہ نکاح کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے اور حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اداء مہر کے بارے میں شروع ہی سے بدنیت ہے اس نے مہر کا اقرار تو کرلیا لیکن دل میں یہ ہے کہ یہ بس زبانی بات ہے دینا دلانا کچھ نہیں ہے تو اس نکاح میں اتنا بڑا نقص اور وہ اس درجہ کا گنہگار ہے کہ وہ قیامت میں زنا کا مجرم قرار دیا جائے گا بڑی سخت وعید ہے ان لوگوں کے لئے جو مہر کو محض زبانی اور رسمی سمجھتے ہوئے اتنی بڑی رقم کے مہر مقرر کر لیتے ہیں جنکی ادائیگی کا کوئی امکان نہیں ہوتا (1)

عورت کا حق وراثت

بعض مذہبوں کے پیش نظر وراثت میں عورت کا کوئی حق نہیں ہوتا لیکن ان مذہبوں اور معاشروں کے برعکس اسلام نے وراثت میں عورتوں کا باقاعدہ حصہ دلوایا ہے اس لئے قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

للذکر مثل حظ الانثیین (2)

ارشاد ہوا ہے یعنی مرد کے دو برابر حصے ملیں گے یعنی عورت کا حصہ مرد سے آدھا ہے اسی طرح وہ باپ سے، شوہر سے، اولاد سے، اور دوسرے قریبی رشتہ داروں سے باقاعدہ وراثت کی حق دار ہے

1: الترغیب والترھیب: ترجمۃ التبشیر والنذیر ج3 ص39   2: النساء 11

وعن انس رضی اللہ: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ (1)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے وارث کی میراث کاٹے گا (یعنی اس کا حصہ نہیں دے گا) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جنت کی میراث کاٹ لے گا۔

حق خلع:

اسلام نے عورت کو خلع کا حق دیا ہے کہ اگر ناپسندیدہ ظالم اور ناکارہ شوہر ہے بیوی کے واجبی حقوق ادا نہیں کرتا تو بیوی کو فسخ نکاح کا حق ہے اور یہ حقوق عدالت کے ذریعہ دلائے جاتے ہیں۔

عورت کا خلع کن امور میں جائز ہے؟

واضح رہے کہ عورت کا شدید مجبوری کے بغیر شوہر سے طلاق یا خلع کا مطالبہ کرنا درست نہیں ہے حدیث مبارکہ میں آتا ہے:

عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ایما امراۃ سالت زوجھا طلاقا فی غیر ما باس، فحرام علیھا رائحۃ الجنۃ (2)

جو عورت کسی مجبوری کے بغیر اپنے شوہر سے طلاق کا سوال کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

1: بخاری: باب الوصایا 1/266 قدیمی   2: سنن ابوداود باب الخلع 310/1 حقانیہ

اس لئے عورت کو چاہیئے کہ وہ حتی الامکان گھر بسانے کی کوشش کرے بلا وجہ شوہر سے طلاق یا خلع کا مطالبہ نہ کرے اگر کبھی کوئی ناخوش گوار بات پیش آجائے تو اس پر صبر کرے شوہر کے حقوق کی رعایت کرے اگر کبھی ایسا مسلہ پیش آجائے جو باہم حل نہ ہو تو خاندان کے بڑے اور معزز لوگوں سے بات چیت کر کے مسلہ کا حل نکالا جائے یعنی جس قدر ہو سکے رشتہ کو برقرار رکھنے کی کوشش کی جائے لیکن اگر نباہ کی کوئی صورت نہ بن سکی اور دونوں میاں بیوی کو ڈر ہو کہ وہ اللہ کے حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو پھر اس صورت میں عورت خلع لے سکتی ہے اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ (1)

ترجمہ: سو اگر تم لوگوں کو یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں ضوابط خداوندی کو قائم نہ کر سکیں گے تو دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا اس (مال کے لینے دینے) میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑا لے (از بیان القرآن) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خلع کے لئے شوہر کی رضامندی اور اجازت ضروری ہے، اگر شوہر کی اجازت اور رضامندی کے بغیر بیوی عدالت سے خلع لے لے اور عدالت اس کے حق میں یک طرفہ خلع کی ڈگری جاری کردے تو شرعا ایسا خلع معتبر نہیں ہوتا اس سے نکاح ختم نہیں ہوگا اور ایسی صورت میں عورت کے لئے دوسری جگہ نکاح کرنا بھی جائز نہیں ہوگا اس لئے کہ خلع مالی معاملات کی طرح ایک مالی معاملہ ہے جس طرح دیگر مالی معاملات معتبر ہونے کے لئے جانبین (میاں بیوی) کی رضامندی ضروری ہوتی ہے، خلع کے مفہوم میں یہ بات داخل ہے کہ وہ شوہر اور بیوی دونوں کی رضامندی سے انجام پائے البتہ اگر خلع کے علاوہ بعض مخصوص حالات میں قاضی شرعی کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ

1: البقرۃ: 229

شوہر کی اجازت کے بغیر میاں بیوی میں تفرق کر سکتا ہے اس لئے نکاح کے بعض حقوق ایسے ہوتے ہیں جو نکاح کے مصالح اور مقاصد میں سے ہیں اور قضاء اس کی ادائیگی شوہر پر لازم ہوتی ہے اگر شوہر ان کی ادائیگی نہ کرے تو بزور قوت انہیں وصول کیا جا سکتا ہے مثلا بیوی کا نان نفقہ اور حقوق زوجیت ادا کرنا وغیرہ اگر شوہر ان کی ادئیگی سے عاجز ہو تو عورت کو طلاق دے دے ایسی صورت میں اگر وہ طلاق دینے سے انکار کرتا ہے یا شوہر طلاق دینے کے قابل نہیں ہے تو قاضی اس کا قائم مقام بن کر میاں بیوی میں تفریق کر سکتا ہے۔

جن اسباب کی بنا پر قاضی شرعی میاں بیوی کا نکاح فسخ کر سکتا ہے وہ درجہ ذیل ہیں:

(1) شوہر پاگل یا مجنون ہو (2) شوہر نان ونفقہ ادا نہ کرتا ہو (3) شوہر نامرد ہو (4) شوہر مفقود الخبر یعنی بالکل لاپتہ ہو (5) شوہر غائب غیر مفقود ہو

ان اسباب میں سے کسی کی موجودگی میں اگر عورت مسلمان جج کی عدالت میں دعوی دائر کرتی ہے اور وہ حسب شرائط نکاح فسخ کر دیتا ہے تو اس کا یہ فیصلہ معتبر ہوگا اور اس میں شوہر کی اجازت ضروری نہیں ہوگی اور اسی طرح اگر شوہر عدالت میں حاضر نہ ہو تو عدالت شوہر کی غیر موجودگی میں بھی نکاح ختم کرانے کا اختیار رکھتی ہیں نکاح فسخ ہو جانے کے بعد عورت عدت گزار کر دوسری جگہ شادی کرنے میں آزاد ہوگی۔

قال: والخلع جائز عند السلطان وغیرہ: لانہ عقد یعتمد التراضی کسائر العقود، وھو بمنزلۃ الطلاق بعوض، وللزوج ولایۃ ایقاع الطلاق، ولھا ولایۃ التزام العوض، فلا معنی لاشتراط حضرۃ السلطان فی ھذا العقد (1)

1: المبسوط للسرخسی 6/173 باب الخلع، بیرور

ویجب لوفات الا ٔمساك بالمعروف (قوله : لو فات الائمساك بالمعروف) مالو كان خصيا او مجبوبا او عنينا او شكازا او مسحرا والشكاز : بقبح الشين المعجمة وتشديد الكاف وبالزاى: هو الذى تنتشر آلته للمرآة قبل ان يخالطها ،ثم لا تنتشر آلته بعد لجماعها ،والمسحر بفتح الحاء المشددة : وهو المسحور ويسمى المربوط فى زماننا عن شرح الوهبانية (1)

بیوی کو جیب خرچ الگ دینا

یہاں دو تین باتیں اس سلسلے میں عرض کرنی ہیں جن پر حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ نے اپنے مواعظ میں جابجا زور دیا ہے اور عام طور پر ان باتوں کی طرف غفلت پائی جاتی ہے پہلی بات جو حضرت تھانویؒ نے بیان فرمائی ہے وہ یہ کہ نفقہ صرف یہ نہیں ہے کہ بس کھانے کا انتظام کر دیا اور کپڑے کا انتظام کر دیا بلکہ نفقہ کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ کھانے اور کپڑے کے علاوہ بھی کچھ رقم بطور جیب خرچ کے بیوی کو دی جائے جسکو وہ آزادی کے ساتھ اپنی خواہش کے مطابق صرف کر سکے بعض لوگ کھانے اور کپڑے کا انتظام تو کر دیتے ہیں لیکن جیب خرچ کا انتظام نہیں کرتے حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جیب خرچ دینا بھی ضروری ہے اس لئے کہ انسان کی بہت سی ضروریا ایسی ہوتی ہے جسکو بیان کرتے ہوئے بھی انسان شرماتا ہے یا اس کو بیان کرتے ہوئے الجھن محسوس ہوتی ہے اس لئے کچھ رقم بیوی کے پاس ایسی ضروریات کے لئے بھی ہونی چاہیے، تاکہ وہ دوسرے کے محتاج نہ ہو یہ بھی نفقہ کا ایک حصہ ہے حضرت والا نے فرمایا جو لوگ ایسا نہیں کرتے یعنی

ا: ردمع الدرج ج ۳ ص ۲۲۹: سعید

جیب خرچ نہیں دیتے وہ اچھا نہیں کرتے۔(1)

چار ماہ سے زیادہ سفر میں بیوی کی اجازت بیوی کا حق ہے

فقہائے کرام نے یہاں تک لکھا ہے کہ مرد کے لئے چار مہینہ سے زیادہ گھر سے باہر رہنا بیوی کی اجازت اور اس کی خوش دلی کے بغیر جائز نہیں۔

ولا يبلغ الا ء يلا ء الا برضايا ... قال العلامة ابن عابدين رحمة الله عليه : ثم قوله : وهو اربعة يفيد ان المراد ايلاء الحرة ،ويؤيد ذلك ان عمر رضى الله عنه لما سمع فى الليل عنها فاذا زوجها فى الجهاد فسال بنته حفصه : كم تصبر المراة عن الرجل فقالت اربعة اشهر ،فامر امراء الاجناد ان لا يتخلف المتزوج عن ايله اكثر منها ولو لم يكن فى هذه المدة زيادة مضارة بها لما شرع الله تعالىٰ الفراق بالا يلاء فيها (2)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام قلم رو میں یہ حکم جاری فرمادیا کہ جو مجاہدین گھر سے باہر رہتے ہیں وہ چار ماہ سے زیادہ باہر نہ رہیں اور اسی وجہ سے فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو چار ماہ سے کم کا سفر درپیش ہو تو اس کے لئے بیوی کی اجازت کی ضرورت نہیں لیکن اگر چار ماہ سے زیادہ کا سفر درپیش ہو تو اس کے لئے بیوی سے اجازت لینی ضروری ہے چاہے وہ سفر کتنا ہی بابرکت کیوں نہ ہو حتی کہ اگر حج کا سفر ہو تو اس میں بھی اگر وہ چار ماہ کے اندر واپس آسکتا ہے تو پھر اجازت کی ضرورت نہیں اگر نفلی طور پر وہاں زیادہ قیام کا ارادہ ہے تو پھر اجازت لینی ضروری ہے یہی حکم تبلیغ دعوت اور جہاد کے سفر کا بھی ہے لہذا جب ان مبارک سفروں میں بیوی کی اجازت ضروری ہے تو پھر جو لوگ ملازمت کے لئے پیسہ کمانے

1: بیوی کے حقوق اور اس کی شرعی حیثیت ص 50/51 مفتی تقی عثمانی مہاجر مدظلھم العالی 2: ردالمختار 3/203

کے لئے لمبے سفر کرتے ہیں ان میں تو بطریق اولی بیوی کی اجازت ضروری ہے اگر بیوی کی اجازت کے بغیر جائیں گے تو یہ بیوی کی حق تلفی ہوگی اور شرعاً ناجائز ہوگا اور گناہ ہوگا (1)

اپنی بیوی سے محبت رکھنا انکا حق ہے:

حبب الی من الدنیا النساء والطیب وجعلت قرۃ عینی فی الصلوۃ (2)

آپ ﷺ نے فرمایا مجھے دنیا کی چیزوں میں سے دعوت اور خوشبو پسند ہے اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت سے بیزاری اور نفرت کوئی زہد وتقوی کی دلیل نہیں ہے انسان خدا کا محبوب اس وقت ہوسکتا ہے جب وہ اللہ کی تمام نعمتوں کی قدر کرے جن سے اس نے بندوں کو نوازا ہے اس کی نظامت اور جمال کا متمنی ہو اور عورتوں سے صحیح ومناسب طریقے سے پیش آتے ہو یہی وجہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں کے لئے نکاح کو لازم قرار دیا گیا ہے۔

بیوی کے ساتھ گزارا کرنا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگوں: بیویوں کے ساتھ بہتر سلوک کے بارے میں میری وصیت مانو (یعنی میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کی ان بندیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو نرمی اور مدارت کا برتاؤ رکھو) ان کی تخلیق پسلی سے ہوئی ہے (جو قدرتی طور ٹیڑھی ہوتی ہے) اور زیادہ کجی پسلی کے اوپر حصہ میں ہوتی ہے اگر تم اس ٹیڑھی پسلی کو (زبردستی) بالکل سیدھی کرنے کی کوشش کروگے تو وہ ٹوٹ جائے گی اور اگر اسے یوہی حال پر چھوڑوگے (اور درست کرنے کی کوشش نہ کروگے) تو پھر وہ ہمیشہ ویسی ہی ٹیڑھی رہے گی اس لئے بیوی کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کی میری وصیت قبول کرو (البخاری) (3)

1: بیوی کے حقوق اور اس کی شرعی حیثیت 2: نسائی 3: البشیر والنذیر ج3 ص40

حضرت عمر بن احوص حشمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (انہوں نے نبی کریم ﷺ کو حجۃ الوداع میں یہ ارشاد فرماتے سنا (خطبہ میں) اللہ کی حمد وثناء کے بعد کچھ نصیحتیں فرمائیں پھر ارشاد فرمایا لوگوں: بیویوں کے ساتھ بہترین سلوک کے بارے میں میری وصیت مانو اس لئے یہ عورتیں تمہارے پاس قید (نکاح) میں ہیں اس کے علاوہ تم ان کی کسی ایسی صورت میں ان کو اپنے بستروں سے (کچھ وقت کے لئے بقدر ضرورت) الگ کردو اور ان کو ایسی سزا دے سکتے ہو جو زیادہ سخت نہ ہو پھر اگر وہ تمہارے اطاعت شروع کردیں تو ان پر (زیادتی کرنے کے لئے) بہانہ (اور موقع) مت ڈھونڈو خبردار! بلاشبہ تمہارے کچھ حقوق عورتوں پر ہیں اور تم پر عورتوں کے کچھ حقوق ہے، تمہارا حق ان پر ہے کہ جس کا تمہارے بستروں پر بیٹھنا تمہیں ناپسند ہو اس کو آنے کی اجازت نہ دیں اور خبردار! ان کا تم پر یہ حق ہے کہ ان کے ساتھ کھانے اور کپڑے (وغیرہ ضروریات) میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو (ابن ماجہ ترمذی) (1)

حقوق العباد سے غفلت بہت بڑا گناہ ہے:

حقوق العباد کا معاملہ جتنا سنگین ہے وہ ہمارے معاشرے میں اس سے غفلت اتنی عام ہے کہ ہم لوگوں نے چند عبادات کا نام دین رکھ لیا ہے یعنی نماز، روزہ، حج، زکوۃ، ذکر، تلاوت تسبیح، وغیرہ ان چیزوں کو تو ہم دین سمجھتے ہیں لیکن حقوق العباد کو ہم نے دین سے خارج کر رکھا ہے اس میں اگر کوئی شخص کوتاہی یا غلطی کرتا ہے تو اس کو اس کی سنگینی کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ حقوق العباد دین کا بہت اہم شعبہ ہے اور یہ اتنا اہم شعبہ ہے کہ حقوق اللہ تو توبہ سے معاف ہوجاتے ہیں یعنی اگر خدانخواستہ حقوق اللہ سے متعلق کوئی کوتاہی سرزد ہوجائے (خدا

1: البشیر والنذیر ج3 ص14

نہ کرے) تو اس کا علاج بہت آسان ہے کہ انسان کو جب اس پر ندامت پیدا ہو تو توبہ واستغفار کر لینے سے معاف ہو جاتے ہیں لیکن بندوں کے حقوق ایسے ہیں کہ اگر اس پر کبھی ندامت ہو اور اس پر توبہ واستغفار کرے تب بھی وہ گناہ معاف نہیں ہوتے جب تک کہ حقدار کو اس کا حق نہ پہنچایا جائے یا جب تک صاحب حق اس کو معاف نہ کر دے اس لئے حقوق العباد کا معاملہ بڑا سنگین ہے اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

(کتبہ اسد اللہ مدنی)

تمت بالخیر

فہرست کتبہ

تفاسیر

تسہیل البیان مولانا اسلم شیخوپوریؒ

آسان بیان القرآن مولانا اشرف علی تھانویؒ

معارف القرآن مفتی شفیع

انوار البیان مولانا عاشق الٰہیؒ بلندشہری۔ابن کثیر

ہدایت القرآن مفتی سعید احمد پالن پوریؒ

کتب احادیث

بخاری شریف۔مسلم شریف۔ابوداود۔ابن ماجہ ۔ترمذی۔نسائی ۔مشکوۃ شریف۔مسند احمد۔مسند البزار۔

المستدرک الصحیحین للحاکم۔موطا امام مالک۔ابونعیم فی الحلیۃ۔ادب الدنیا والدین (ابوالحسن الماوردیؒ)

سنن بیہقی۔معارف الحدیث۔کنز العمال۔احیاء العلوم۔البشیر والنذیر، ترجمہ الترغیب والترھیب

مجمع الزوائد۔مظاہر حق۔معجم اوسط۔صحیح الادب المفرد

عینی عمدۃ القاری مختصر دلائل النبوۃ

کتب فقہ

ردالمختار مع الدرالمختار۔ بدائع الصنائع ۔ھندیہ۔شرح المجلۃ یسیلم رستم باز۔المبسوط للسرخسی ۔ھدایہ۔ تنقیح الفتاوی الحامدیۃ۔المحیط البرھانی۔دررالحکام علی شرح مجلۃ الاحکام

اسلام (اورجدید معاشی مسائل، مفتی تقی عثمانی صاحب) جدید فقہی مسائل۔

آپ کے مسائل اور انکا حل

بیوی کے حقوق اور اسکی حیثیت مفتی تقی عثمانی صاحب۔بہشتی زیور۔المسائل المھمہ ۔خطبات فقیر